ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ.(النحل:۱۲۵)

تقابلِ ادیان

(تعارف، طریقۂ کار، اہمیت اور اِفادیت)

مرتب

خادمِ ختمِ نبوت مولانا مفتی محمود بارڈولی صاحب دامت برکاتہم

استاذِ حدیث وتفسیر و یکے از خدامِ شعبۂ تحفظِ شریعت

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل-سملک

ناشر

شعبۂ تحفظِ شریعت

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل-سملک، ضلع: نوساری، گجرات، بھارت

تفصیلات

نام کتاب:..........................تقابلِ ادیان

مرتب:.........................مفتی محمود حافظ جی بارڈولی مدظلہ

ناشر:.........................شعبۂ تحفظِ شریعت جامعہ ڈابھیل

صفحات:..................................72

سنِ طباعتِ اول:..................رجب ۱۴۴۵ھ، جنوری ۲۰۲۴ء

﴿ملنے کے پتے﴾

شعبۂ تحفظِ شریعت

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل-سملک

فون نمبر: 7096714117 -91+

نورانی مکاتب:8140902756

❁---❁---❁

تفصیلی فہرست

نمبرشمار	عناوین	صفحہ نمبر
۞	کلماتِ بابرکت (از: حضرت مولانا احمد صاحب بزرگ دامت برکاتہم)	۷
۞	پیش لفظ (از: مفتی شعیب صاحب ممبئی زید مجدہ)	۸
	تقابلِ ادیان کا ایک مختصر وجامع جائزہ	
۱	مخلوط معاشرے میں رہنے والوں کے لیے ایک اہم اور ضروری کام	۱۳
۲	تقابلِ ادیان کا صحیح مطلب	۱۴
۳	تقابلِ ادیان کا غلط مطلب: وحدتِ ادیان	۱۴
۴	تقابلِ ادیان کے فوائد	۱۵
۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توریت پڑھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناگواری کیوں ظاہر کی؟	۱۶
۶	مطالعۂ ادیان کا اہل کون؟	۱۶
۷	مذہب کس کو کہتے ہیں؟	۱۷
۸	کیا اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب حق ہو سکتے ہیں؟	۱۸
۹	کسی بھی مذہب کی حقیقت جاننے کے لیے سات امور	۱۹
۱۰	(۱) اسلام مذہب کی ابتدا	۲۰
۱۱	انسان کے آنے سے پہلے دنیا کا حال	۲۱
۱۲	کیا انسان کے پیدا ہونے کے بعد بھی جنّاتوں میں نبی آئے؟	۲۱

۱۳	جنّاتوں میں نبوت باقی ہے یا نہیں؟	۲۱
۱۴	ایک لطیفہ	۲۲
۱۵	اسلام کی ابتدا تو پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام سے ہو چکی ہے	۲۲
۱۶	تمام انسانوں کے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں	۲۳
۱۷	ایک غلط فہمی کہ ''اسلام؛ صرف ۱۴۰۰ر سال پرانا ہے''	۲۳
۱۸	(۲) مذہبِ اسلام کے عقائد اور اُس کی خصوصیت	۲۴
۱۹	عقائد میں کسی زمانے میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی	۲۵
۲۰	دوسرے مذاہب کے عقائد کا حال	۲۶
۲۱	عقائد کے دو منبع	۲۷
۲۲	اسلام کے تین بنیادی عقائد	۲۸
۲۳	توحید (एकेश्वरवाद)	۲۸
۲۴	حضرت آدم علیہ السلام نے ہزاروں سال پہلے ہندوستان کی سرزمین پر توحید کی آواز بلند کی تھی	۲۹
۲۵	توحید کا سب سے پہلا خیمہ ہندوستان ہے	۲۹
۲۶	قتلِ ہابیل کا مشہور واقعہ ہندوستان ہی میں ہوا	۳۰
۲۷	اوّل حج کا قافلہ بھی اسی ملک سے	۳۱
۲۸	علاقائی زبان میں مہارت کی اہمیّت	۳۱
۲۹	مادری زبان میں بات کا بڑا اثر ہوتا ہے	۳۱
۳۰	دانشورانِ قوم کے نام ایک اہم خط	۳۲

۳۱	’’جامعہ ڈابھیل‘‘ میں گجراتی تقریر کے لیے انجمن	۳۴
۳۲	’’توحید‘‘ اسلام کا بنیادی اور اہم عقیدہ	۳۵
۳۳	ویدوں میں بھی توحید کا ذکر موجود ہے	۳۵
۳۴	کچھ اشلوک مع ترجمہ	۳۶
۳۵	ہمارا الزامی سوال: ’’منو‘‘ نے سب سے پہلے کس کی عبادت کی؟	۳۸
۳۶	رسالت: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننا	۳۸
۳۷	عقیدۂ آخرت: دنیا کو ختم ہو کر ایک دن قیامت (महाप्रलय) کا قائم ہونا ہے	۳۹
۳۸	پُنر جنم (पुनर जन्म)، آواگون (आवागवन)	۳۹
۳۹	سورگ (स्वर्ग) اور نرک (नर्क)؛ یعنی ہندو مذہب میں جنّت اور جہنّم	۴۱
۴۰	(۳) مذاہب کی نامور شخصیات	۴۳
۴۱	اسلام کی حقانیت کی واضح دلیل	۴۶
۴۲	(۴) مذہبی کتاب	۴۷
۴۳	قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے	۴۷
۴۴	انگلینڈ کے ایک میوزیم کا حال	۴۸
۴۵	اسلام اور قرآنِ کریم کے حقانیت کی واضح دلیل	۴۸
۴۶	اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام	۴۹
۴۷	دوسرے مذاہب والوں سے سوال	۵۰
۴۸	نبوی تعلیمات کی حفاظت کا غیبی انتظام	۵۰

۴۹	اِسناد؛ دین کا حصّہ ہے	۵۰
۵۰	(۵) اسلام کے رسم ورواج اور تہوار	۵۱
۵۱	اسلامی تہوار دوسرے مذاہب کے تہواروں سے مختلف ہے	۵۲
۵۲	مذہبی ومعاشرتی رسوم کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر	۵۵
۵۳	اسلامی تہوار میں حکمت اور مصلحت	۵۵
۵۴	(۶) مذہبی علامات	۵۷
۵۵	قرآنِ کریم	۵۷
۵۶	قرآن میں کیا ہے؟	۵۸
۵۷	قرآنِ کریم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے	۵۹
۵۸	نماز	۶۰
۵۹	نماز کے ظاہری وباطنی فائدے	۶۱
۶۰	مسلمانوں کا قبلہ	۶۲
۶۱	قبلہ کی حکمت ومصلحت	۶۲
۶۲	قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا پتھر کے بنے گھر کی پوجا نہیں ہے	۶۳
۶۳	شعائرِ اسلام؛ یعنی اسلام کی علامتیں	۶۳
۶۴	(۷) مذہبِ اسلام کے ماننے کے نتائج وثمرات	۶۴
۶۵	خلاصہ	۷۰
۶۶	ایک اہم درخواست	۷۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کلماتِ بابرکت

از: حضرت مولانا احمد بن مولانا سعید بزرگ صاحب سملکی دامت برکاتہم

مہتمم: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل-سملک

جدید ذرائعِ ابلاغ کی تیز رَوی اور جدّت پسندی نے جہاں ہر علاقے کی تہذیب و تمدّن کو متأثر کیا ہے، وہیں اِس نے مذہبی اَفکار ونظریات کو بھی مخدوش کیا ہے، اِن حالات میں اگر کسی مسلمان کا اپنے معتقدات سے رشتہ چھوٹ جائے یا کمزور ہوجائے تو یہ غیر متوقع نہیں کہ شر کے پجاری اپنی شرانگیزیوں کو چہار دانگِ عالَم میں پھیلا کر فضائے عالَم کو مسموم کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں؛ لہٰذا ہم مسلمانوں کے لیے، خصوصاً علما کے لیے ضروری ہے کہ مختلف افکار و مذاہب کا مطالعہ کیا جائے؛ تاکہ دیگر افکار و مذاہب سے مسلم معاشرے میں دَر آئی خرابیوں کا اِزالہ کیا جائے۔

اِسی جذبے کے تحت ''جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین: ڈابھیل، سملک'' کے مؤقر استاذ ''مفتی محمود صاحب بارڈولی'' دامت برکاتہم نے سالِ گزشتہ ''جامعہ حسنیہ: مانگرول'' میں اپنے قیمتی اِفادات پیش فرمائے تھے، جسے ''مفتی شعیب صاحب ممبئی'' زید فیضہ نے مختصر کتابچے کی صورت میں مرتّب کیا ہے اور اب جامعہ کے ''شعبۂ تحفظِ شریعت'' سے اسے شائع کیا جارہا ہے۔ اُمید ہے کہ مفتی محمود صاحب بارڈولی زید مجدہ کی دیگر کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی شوق کے ہاتھوں لی جائے گی، نیز اِس موقع پر میں دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، آمین!

(مولانا) احمد بزرگ (دامت برکاتہم)

مؤرخہ: ۲۷/ جمادی الآخرہ ۱۴۴۵ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

از: مفتی شعیب صاحب ممبئی زید مجدہ

استاذ: شعبۂ تحفظِ شریعت؛ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین؛ ڈابھیل، سملک

''جامعہ حسنیہ مانگرول'' علاقۂ کاٹھیاواڑ کا ایک معروف ادارہ ہے، جو علمی، عملی، مِلّی، رفاہی اور دینی خدمات کے میدان میں اپنا نُمایاں نام رکھتا ہے، ۲۰۱۵ء میں ''جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل؛ سملک'' کے ''شعبۂ تحفظِ شریعت'' کی ماتحتی میں ''مجلسِ تحفظِ شریعت: کاٹھیاواڑ'' کا قیام عمل میں آیا، ''مجلسِ تحفظِ شریعت: کاٹھیاواڑ'' کے قیام کے وقت سے لے کر اب تک تقریباً ہر سال جامعہ حسنیہ: مانگرول میں ''تربیتی نشست'' منعقد ہوتی رہی ہے، یہ نشستیں مختلف موضوعات پر حسبِ موقع دو سے تین دن پر مشتمل ہوتی ہیں، قرب و جوار کے علما و فضلا اور مدارس کے اساتذہ و طلبہ کی بڑی تعداد اِس میں شرکت کرتی ہے۔

جامعہ حسنیہ کے ذی وقار مہتمم ''حضرت مولانا محمد اقبال صاحب ابن حاجی موسیٰ بیرا'' دامت برکاتہم تمام شرکا کے قیام و طعام کا مکمل نظم فرماتے ہیں اور اِسی جامعہ کے مؤقر و ہر دل عزیز استاذ ''مفتی ابراہیم صاحب اُدیا'' دامت برکاتہم اِن مجلسوں کو کامیاب بنانے کے لیے از ابتدا تا انتہا بڑے خلوص اور جفاکشی کے ساتھ ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن دونوں حضرات کی مساعی کو بے انتہا قبول فرمائیں اور اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے۔

سالِ گزشتہ (۱۸، ۱۹؍فروری ۲۰۲۳ء، مطابق ۲۶، ۲۷؍رجب المرجب ۱۴۴۳ھ بہ روز سنیچر و اتوار) منعقد ہونے والی تربیتی نشست میں استاذِ محترم ''مفتی محمود صاحب بارڈولی'' دامت برکاتہم نے وقت کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے، دو اہم موضوعات پر اپنی گفتگو پیش کی تھی، جن میں سے ایک عنوان: ''تقابلِ ادیان'' اور دوسرا عنوان: ''فتنۂ ارتداد'' تھا۔ موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر احباب کی یہ رائے ہوئی کہ اِس گفتگو کو قلم بند کر کے کتابی شکل میں شائع کیا جائے؛ تاکہ اِس کا فائدہ زیادہ سے زیادہ ہو، اِسی مقصد کے پیشِ نظر فی الوقت اُس تقریر کے ایک عنوان ''تقابلِ ادیان'' کو ضروری اِضافوں کے ساتھ کتابی شکل دی گئی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت ساتھ رہی تو ''فتنۂ ارتداد'' والے موضوع کو بھی کتابی شکل دی جائے گی۔

اِس کتاب کا مقصد صرف تقابلِ ادیان کی اہمیت، ضرورت اور اس کے طریقۂ کار کو بتلانا ہے؛ اس لیے اِس میں فنّی تفصیلات کو لینے کے بجائے، صرف اِس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ہمارے فضلا و طلبہ ''تقابلِ ادیان'' کے صحیح طریقہ و منہج کو سمجھ کر، خود اپنے اور اُمّت کے ایمان کی حفاظت، اور صحیح طرز پر تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دے سکیں۔

اِس موقع پر میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین؛ ڈابھیل، سملک کے نیک دل، اسم با مسمّٰی مہتمم ''حضرت مولانا احمد صاحب بزرگ'' دامت برکاتہم کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ہی کی توجہات و عنایات کے نتیجے میں جامعہ حسنیہ؛ مانگرول میں یہ تربیتی نشستیں منعقد ہوتی رہی ہیں، اور آپ ہی کی اجازت و کلماتِ بابرکت کے ساتھ یہ کتاب شائع ہو رہی ہے۔

نیز میں اپنے دونوں کرم فرماؤں: ’’مولانا محمد اقبال صاحب ابن حاجی موسیٰ بیرا‘‘ اور ’’مفتی ابراہیم صاحب اُدیا‘‘ زید مجدہما کا بھی مشکور ہوں کہ اِن حضرات کی کرم فرمائی اور محنتوں کے سایے میں ’’مجلسِ تحفظِ شریعت؛ مانگرول‘‘ اپنا دینی سفر طے کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کو اُمّت کے حق میں نافع اور اِس عاجز و بے مقدار کے حق میں ذخیرۂ آخرت بناوے۔ آمین

(مفتی) شعیب ممبئی

(خادم: شعبۂ تحفظِ شریعت؛ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین؛ ڈابھیل، سملک)

تقابلِ ادیان کا ایک مختصر و جامع جائزہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہُ وَنَسْتَعِیْنُہُ وَنَسْتَغْفِرُہُ وَنُؤْمِنُ بِہِ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہُ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہُ، وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْكَ لَہُ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ إِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ وَأَصْحَابِہِ وَذُرِّیَّاتِہِ وَأَھْلِ بَیْتِہِ وَأَھْلِ طَاعَتِہِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: (اے نبی!) تم کہو کہ: اے اہلِ کتاب! تم سب ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان میں برابر (اور مشترک) ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اُس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں، پھر بھی اگر وہ منہ پھرالیویں تو تم (مسلمان اِن اہلِ کتاب سے) کہہ دو کہ: تم گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ وَأَلْقَىٰ فِى ٱلْأَرْضِ رَوَٰسِىَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ ۚ وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَنۢبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿١٠﴾ هَٰذَا خَلْقُ ٱللَّهِ فَأَرُونِى مَاذَا خَلَقَ ٱلَّذِينَ مِن دُونِهِۦ ۚ بَلِ ٱلظَّٰلِمُونَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿١١﴾ (القمان)

ترجمہ: آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ستون کے پیدا کیا (جیسا) تم اس کو دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال دیے؛ تا کہ وہ تم کو لے کر ہلنے نہ لگے اور اِس (زمین) میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا، سو ہم نے اِس (زمین) میں ہر قسم کی اچھی اچھی چیزیں اگائیں، یہ سب چیزیں تو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں، اب مجھے بتاؤ اس کے سوا دوسروں نے کیا پیدا کیا؟؛ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں (پڑے) ہیں۔

مخلوط معاشرے میں رہنے والوں کے لیے ایک اہم اور ضروری کام

آج کی دنیا میں؛ خصوصاً ہندوستان میں ایک مسلمان کو روزانہ دیگر مذاہب اور دھرم کے ماننے والوں سے الگ الگ موقعوں پر سابقہ پڑتا ہے، ملاقات اور بات چیت کے دوران جہاں کئی اور معاشرتی وسماجی مسائل پر گفتگو ہوتی ہے وہیں مذہب اور دھرم پر بھی گفتگو ہوتی ہے، اسلام کی صحیح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے مسلمان بھی انسانیت یا وطن کے نام پر ان کے ساتھ ایسی ایسی باتوں میں ہاں ملانے لگ جاتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہو، اس وجہ سے جہاں یہ بات اسلام کی بدنامی یا غلط تبلیغ کا سبب بنتی ہے وہیں خود ہمیں اسلام کی اور مخاطب کے مذہب کی صحیح اور بنیادی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے دعوتِ دین کا موقع بھی ہمارے ہاتھ سے جاتا رہتا ہے؛ اس لیے ضرورت ہے کہ ہم اپنے مذہب کی بنیادی اور صحیح معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ جن لوگوں سے ہمارا دن رات یا کثرت سے واسطہ پڑتا ہے ان کے مذہب وعقائد کو بھی جاننے کی کوشش کریں؛ تا کہ ہم صحیح اور غلط میں فرق اور موازنہ کر سکیں اور موقع ملنے پر دین کا صحیح تعارف دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

تقابلِ ادیان کا صحیح مطلب

تقابلِ ادیان کا سیدھا سادھا اور صحیح مطلب یہ ہے کہ دنیا کے اندر، یا کسی ملک اور علاقے میں جو مشہور اور بڑے بڑے دھرم اور مذاہب (Religoins) ہیں، ان کی تاریخ، عقائد، مشہور بڑی بڑی شخصیات، رسوم و رواج، علامات، تعلیمات اور پھر ان مذاہب کے اثرات و نتائج وغیرہ کا تقابلی مطالعہ (COMPARATIVE STUDY) کرنا۔

تقابلِ ادیان کا غلط مطلب: وحدتِ ادیان

تقابلِ ادیان کا ایک غلط مطلب اور طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ مذاہب کے عقائد و تعلیمات کو سامنے رکھ کر ان میں سے جو عقائد و تعلیمات خود کی سمجھ میں آویں، یا دل کو پسند آویں، یا جن چیزوں پر سماج کے لوگ آسانی سے عمل کر سکیں انھیں قبول کر کے اپنانے اور اس پر عمل کی ترغیب دی جائے۔ اسی کو مکالمہ بین المذاہب یا تفہیم بین المذاہب، انٹرفیتھ ڈائیلاگ (Interfaith Dialogue) کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

ہندوستان کے ایک مغل بادشاہ نے جو دینِ الٰہی کے نام سے نیا مذہب بنانے کی کوشش کی تھی وہ اسی وحدتِ ادیان کا ایک حصہ تھا، سنت کبیر، اور بابا گرونا نک کی تحریکات اور تعلیمات کا آپ مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات نے ہندو مسلم دونوں تعلیمات کو ملا کر معجونِ مرکب تیار کیا ہے۔ اسی طرح عرب مما لک میں ''الدیانات الإبراهيمية'' وغیرہ بہت سے ناموں سے مستقل تحریک اور تنظیم بنا کر اسی کی کوشش کی

جارہی ہے، اس کے لیے مختلف ممالک میں بڑے بڑے جلسے جلوس اور کانفرنسیں بھی کی جاتی ہیں اوراس مقصد کے حصول کے لیے بڑی بڑی رقمیں اور بہترین وسائل بھی صرف کیے جاتے ہیں۔

تقابلِ ادیان کے فوائد

① اگرایک انسان اسلام کا دیگر مذاہب وادیان سے تقابل کرتا ہےتو- چوں کہ اسلام اللہ جلّ جلالہ کا سچا دین ہے؛اس لیے- اسلام کا حسن وکمال، اِس تقابل کرنے کی صورت میں مزید نکھر کر سامنے آئے گا اور کسی غیرِ حق کی اسلام کے مقابلے میں فوقیت و برتری حاصل ہونے کا کوئی امکان ہی نہ رہے گا۔

② مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیمات کا زیادہ سے زیادہ علم ہوگا، اور وہ اسلام کے نام پر غیر اسلام کو اختیار نہیں کریں گے؛ کیوں کہ کھرے کھوٹے کا پتا پرکھنے اور مقابلے سے چلتا ہے۔

③ تقابل سے اسلامی امور کی حکمت ومصلحت تحقیق کی طرف آگے بڑھے گی، جس سے خود مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت اور مضبوط ہوگی۔

④ تقابل سے باطل مذہبوں کی تردیداور سچّے دین کے دفاع کی صلاحیت پیدا ہوگی، جس سے علمی اورفکری طور پر اسلام پر حملہ کرنے والوں سے بچا جائے گا۔

⑤ مسلمانوں میں غلط فہمیاں پیدا کرنے اورشکوک وشبہات پیدا کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ یادرہنا چاہیے کہ تشکیک؛ یعنی دینی امور میں شک وشبہ اس وقت کا بڑا فتنہ ہے۔

⑥ نظریاتی جنگ کو سمجھنے میں مسلمانوں کو تقویت ملے گی اور ایک غیر متعصب کے

سامنے؛ بلکہ کافی حد تک متعصب کے سامنے بھی اسلامی کا صحیح ہونا اور دوسرے مذاہب کے لیے ناسخ ہونا واضح کر کے اُس کو مطمئن کرنا آسان ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توریت پڑھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناگواری کیوں ظاہر کی؟

اب یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ اگر تقابلِ ادیان کے اتنے سارے فائدے ہیں تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تورات پڑھنے سے کیوں منع فرمادیا تھا؟

اِس کا ایک مختصر اور جامع جواب یہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآنِ مجید کا نزول ہو رہا تھا، اُس وقت سب سے بڑا کام قرآنِ مجید کو محفوظ کرنا تھا؛ اس لیے احادیث تک کو لکھنے کی اجازت نہیں دی گئی، ایسے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے آدمی کا قرآن کے بجائے کسی اور چیز میں لگنا مناسب نہ تھا۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ اسلام میں دوسرے مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے لیے اہلیت ضروری ہے۔

مطالعۂ ادیان کا اہل کون؟

دعوت وتبلیغ کے لیے دوسرے مذاہب کے مطالعہ کی اہمیت کا انکار کسی بھی طرح نہیں کیا سکتا:

① ہم دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو خاص یہود کی زبان عبرانی سیکھنے کا حکم دیا؛ تاکہ یہود کی دستاویزات پڑھ سکیں۔

② بہت سے صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور کعب

الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہود کی روایات کا علم حاصل کیا۔

③ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اصولِ تفسیر کی کتاب ''الفوز الکبیر'' میں قرآنِ مجید کے جو موضوعات گنوائے ہیں، تقابلِ ادیان بھی انھی میں سے ایک شاخ ہے۔

اِس کے علاوہ، ابن تیمیہ، امام رازی، ابو منصور عبد القاہر، امام غزالی، ابوالہذیل، ابو اسحاق ابراہیم بن سیار نظام، ہشام بن الحکم، ابن حزم، علامہ محمد عبد الکریم شہرستانی، ابن تیمیہ، یعقوب کندی، جاحظ اور زمانۂ قریب میں شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شیخ احمد دیدات، پیر کرم علی شاہ ازہری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ بے شمار علما وائمہ نے اِس موضوع پر کام کیا ہے۔

اِن سب حضرات کے حالات پر سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقابلِ ادیان ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے؛ بلکہ جو شخص علمِ دین میں وثوق رکھتا ہو، زبان وقلم کو برتنے کا سلیقہ جانتا ہو، بیدار مغز ہو، وہی شخص کسی ماہر کی راہنمائی میں اِس میدان میں قدم رکھے۔ البتہ دعوتِ دین کے لیے جو بنیادی امور ہیں، جیسے توحید، نبوت اور آخرت اس کے متعلق پختہ علم حاصل کر کے ایک عام آدمی بھی بحث و جدل سے گُریز کرتے ہوئے صرف دعوتِ دین پیش کرسکتا ہے۔

مذہب کس کو کہتے ہیں؟

① دنیا میں ہر انسان کے زندگی گزارنے کا ایک طریقہ، ایک ڈھنگ اور ایک انداز ہوتا ہے، کچھ روایات، خیالات، تصورات اور عادات و رسوم کا وہ خود کو پابند سمجھتا ہے، اُس طریقے اور عادات و رسوم کی پابندی کو ہم ''دین و مذہب'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

② انسان کی عادت اور مخصوص طرزِ حیات کو بھی ''مذہب'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

کیا اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب حق ہو سکتے ہیں؟

یاد رہے کہ آخری زمانے میں حق مذہب صرف اسلام ہے، اِس کے علاوہ دیگر مذاہب میں حق ہونے کا امکان بھی نہیں؛ ہاں ہر مذہب میں کچھ تعلیمات ایسی ضرور ہوتی ہیں، جس سے یہ خیال آتا ہے کہ یہ حق مذہب ہے؛ مگر وہ تعلیمات کسی سماوی مذہب سے ہی اخذ کی ہوئی ہوتی ہے۔

رہی یہ بات کہ کیا اسلام کے علاوہ دوسرے آسمانی مذاہب بھی حق نہیں ہیں؛ تو یاد رکھنا چاہیے کہ: وہ مذاہب اور اُس کی تعلیمات بے شک حق ہے؛ مگر وہ اپنے زمانے تک محدود تھی؛ قیامت تک کے لیے نہیں تھی، اسلام مذہب ابدی ہیں، اور چند بنیادی باتیں اور عقائد تو ایسے ہیں کہ ہر آسمانی مذہب میں متفق رہے ہیں؛ قرآن کریم میں متعدد جگہوں میں اِس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کسی بھی دوسرے مذہب کی اسلام کے مقابل فوقیت و برتری کا کسی بھی صورت میں امکان نہیں ہے۔ ذیل میں اِس پر دلالت کرنے والی چند آیتیں مع ترجمہ پیش کی جاتی ہیں:

﴿قُلْ هَاتُواْ بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٦٤﴾﴾ (النمل)

ترجمہ: (اے نبی!) تم کہہ دو: اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔

﴿قُلْ فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّثْلِهِۦ ﴿٣٨﴾﴾ (یونس)

ترجمہ: تو تم (ان کو جواب میں) کہو کہ: تم بھی اس (قرآن) جیسی ایک سورت بنا کر لاؤ۔

﴿قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿٨٨﴾﴾ (الإسراء)

ترجمہ: (اے نبی! ان تمام انسانوں سے) کہو کہ: اگر انسان اور جنات سب آپس میں اس کے لیے جمع ہو جائیں کہ وہ سب اس قرآن جیسا دوسرا (کلام) بنالائیں تو اس جیسا بنا کر نہیں لاسکیں گے، چاہے وہ آپس میں ایک دوسرے کے مدد کرنے والے ہی بن جائیں (تو بھی بنا نہیں سکتے)۔

﴿هٰأَنتُمْ هٰؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: دیکھو! تم وہی لوگ تو ہو جو ان باتوں میں بحث کیا کرتے تھے جن کا تھوڑا بہت علم تم کو تھا، اب تم ان باتوں میں کیوں بحث کرتے ہو جن کا تم کو (بالکل) علم ہی نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو۔

کسی بھی مذہب کی حقیقت جاننے کے لیے سات امور

تقابلِ ادیان کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے کسی ملک یا علاقے میں جو مشہور بڑے بڑے مذاہب اور دھرم (Religions) ہیں، ان مذاہب کی حقیقت معلوم کر کے ان کے بیچ تقابل کرنا، اِس تقابل کے لیے مذہب کے متعلق مندرجۂ ذیل چند بنیادی باتیں ذہن میں رکھنا نہایت ضروری ہیں:

① اُن مذاہب کی تاریخ (History) کیا ہے؟ اس دین و مذہب کی ابتدا کب سے ہوئی، کب اس کا وجود ہوا؟

② اُن کے بنیادی عقائد کو جاننا، جس کو گجراتی زبان میں ''مَانُیتا'' (માન્યતા) اور انگریزی زبان میں (Believe) کہتے ہیں۔

③ نامور شخصیات کی پہچان کرنا، اِس طرح کہ اُن کے مذہب میں بڑی بڑی

نامور شخصیات کون کون سی ہیں؟ اور اُن شخصیات کے احوال اور کردار کیا ہیں؟

④مذہبی کتابیں کون کونسی ہیں؟ اور اُن کتابوں کی تاریخ اور حقیقت کیا ہے؟

⑤مذاہب کے رسم ورواج اور تہوار کا پتا لگانا اور ان کے پس منظر کا معلوم کرنا۔

⑥مذہبی علامات: اُن کی دھارمک علامت کیا ہے؟ اُن کی مذہبی شناخت (Identy) کس طریقے سے ہوتی ہے؟

⑦اور مذاہب کے ماننے والوں کو اِس مذہب کے ماننے اور تسلیم کرنے اور مذہبی رسومات اور اعمال کے انجام دینے پر کیا نتائج اور ثمرات بتلائے جاتے ہیں؟

کسی بھی مذہب کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ہمیں اِن سات سوالوں کا جواب اور حل معلوم کرنا ہے، پھر دوسرے مذہب کو اِن امور کے ساتھ ملا کر تقابل کرکے حق و باطل کو واضح کرنا ہے،خلاصۂ کلام یہ کہ ان سات بنیادی چیزوں میں مذاہب کا تقابل ہوتا ہے۔

(۱) اسلام مذہب کی ابتدا

''اسلام کی ابتدا کب سے ہوئی؟ اسلام دنیا میں کب آیا؟''

اگر کوئی یہ سوال کرے تو ہمیں اِس کا جواب اچھی طرح اپنے دل و دماغ میں نقش کر لینا چاہیے، وہ یہ ہے کہ:

جس دن اوّل انسان اِس دنیا میں آیا، اِس کائنات میں وجود پذیر ہوا، اسی دن سے دینِ اسلام بھی دنیا میں آیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ ہی انسان کا دنیا میں آنا ہوا ہے۔

انسان کے آنے سے پہلے دنیا کا حال

انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے یہاں جنّات آباد تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی رشد و ہدایت کے واسطے اُن کے درمیان بھی اُنھیں میں سے انبیا علیہم السلام کو بھیجنے کا سلسلہ جاری فرمایا تھا، محققین ومفسّرین نے لکھا ہے کہ: ان کے لیے بھی شریعت اور احکام ہوا کرتے تھے۔

اِس سے نتیجہ نکلا کہ انسانوں کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اسلام آچکا تھا۔

کیا انسان کے پیدا ہونے کے بعد بھی جنّاتوں میں نبی آئے؟

البتہ یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ انسان کے دنیا میں آنے کے بعد جناتوں میں نبی آئے یا نہیں؟

محققین ومفسرین کی ایک بڑی جماعت اِس بات کی طرف گئی ہے کہ جب تک اِس دنیا میں صرف جنات تھے، وہاں تک جناتوں میں نبی آئے اور جب اشرف المخلوقات (انسانوں) کی آمد ہوئی اور اُن میں نبیوں کا آنا شروع ہوا، اُس کے بعد جناتوں میں نبوت کا سلسلہ ملتوی کر دیا گیا، دلائل و براہین کے اعتبار سے یہ رائے زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

جب کہ بعض دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ انسانوں میں نبیوں کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد بھی جناتوں میں نبوت کا سلسلہ جاری رہا۔

جنّاتوں میں نبوت باقی ہے یا نہیں؟

لیکن دوسری جماعت کے مسلک-انسانوں کی آمد کے بعد بھی جنّاتوں میں نبوت

کا سلسلہ باقی ہے- کے اعتبار سے پھر یہ بات طے کرنی ہوگی کہ انسانوں کے وجود کے بعد جنّا توں میں نبوت کا سلسلہ کب تک جاری رہا؟

ایک لطیفہ

انسانوں کی آمد کے بعد بھی جنّا توں میں نبوّ ت کا سلسلہ باقی رہا یا نہیں؟ اور اگر باقی رہا تو کب تک باقی رہا، اور ختم ہوا تو کب ختم ہوا؟ اس کو متعیّن کرنا امرِ مشکل ہے۔ اب اگر اس کی تحقیق کرنا ہو تو اس کے لیے ایک ہی شکل ہے کہ ہم کسی بوڑھے ذی علم، متقی، جنّ سے دوستی کرلیں، اس کو تابع کرلیں، اس کے بعد اس کے پاس اِس بارے میں کوئی تحقیقی خبر یا معلومات ہوں تو اس سے حاصل کرلیں۔

اسلام کی ابتدا تو پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام سے ہو چکی ہے

جب پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے اُسی وقت سے انسانوں میں اسلام کی بھی ابتدا ہو چکی تھی، حضرت آدم علیہ السلام کو جب باری تعالیٰ دنیا میں بھیج رہے تھے، اُس وقت نصیحت کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے اُن سے فرمایا تھا:

﴿فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدٗى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ۝٣٨﴾(البقرۃ)

ترجمہ: اگر میری طرف سے تمھارے پاس کوئی ہدایت آوے، تو جو بھی میری ہدایت پر چلے گا؛ تو ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین (بھی) نہیں ہوں گے۔

یعنی جو میری طرف سے ہدایت بھیجی جائے گی، وہی سچّی ہدایت ہے، اور وہ اسلام مذہب کی ہدایت ہے۔ یہ مذہبِ اسلام کی ابتدا کی تاریخ ہے۔

تمام انسانوں کے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں

سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے جدِّ امجد (پردادا) ہیں اور اِس بات کو تقریباً دنیا کے تمام مذاہب والے مختلف تعبیرات کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں؛ البتہ بہت سے الفاظ جو ایک زبان اور ایک علاقے سے دوسری زبان و علاقے میں منتقل ہوتے ہیں تو اُن کا تلفظ (Pronunciation) بدل جاتا ہے۔ جیسے: حضرت آدم علیہ السلام کو بہت سے ''مَنُو'' کہتے ہیں، ''منو'' سے وہ انسان کو ''منوشیہ'' (मनुष्य) کہتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کہ ''اسلام: صرف ۱۴۰۰/سال پرانا ہے''

آج کے دور میں بہت سارے جدید تعلیم یافتہ اور بھولے بھالے مسلمان میڈیا اور اِدھر اُدھر کے بہکاوے میں آکر، اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اسلام تو صرف چودہ سو سال پرانا ہے؛ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انسانوں کے لیے اسلام کی ابتدا تو اُسی وقت سے ہو چکی تھی، جس وقت اِس دنیا میں پہلے انسان کا نزول ہوا تھا۔

یہ بات ہمیں خود اپنے ذہنوں میں بٹھانی ہے اور ساتھ ہی اپنے جدید تعلیم یافتہ اور میڈیا کے بہکاوے میں آنے والے لوگوں کو سمجھانی ہے کہ: اسلام تو دنیا میں انسانوں کے پہلے ہی دن سے موجود ہے، رہی بات ۱۴۰۰/سال پہلے اسلام کے آنے کی تو اس وقت تو اسلام کی تکمیل ہوئی ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ ﴿٣﴾﴾ (المائدة)

ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین (ہر طرح سے) مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت میں نے پوری کر دی اور میں نے تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کیا۔

(۲) مذہبِ اسلام کے عقائداور اُس کی خصوصیت

کوئی بھی مذہب و دھرم دوسرے مذاہب سے عقائد ونظریات کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے، مذہب میں عقیدہ (creed، bilve) ہی اصل ہے اور رہی بات اعمال و اخلاق کی تو وہ فروع کا درجہ رکھتے ہیں۔''عقائد''ہی ہر مذہب کا اہم پہلو ہوتا ہے، اِسی پر آدمی کے مذہب ودھرم کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

پھر سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اسلام مذہب میں بنیادی عقائد ایسے ہیں کہ شروع دور سے آخری دور تک ایک ہی جیسے رہے؛ اس لیے کہ پہلے انسان و نبی ''حضرت آدم علیہ السلام'' کے جو بنیادی عقائد تھے وہی تمام انسانوں کے سردار، آخری نبی ''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے عقائد ہیں اور قیامت تک آنے والے ہر انسان کو انہی عقائد کو تسلیم کر کے ان پر عمل پیرا ہونا ہے۔

قرآنِ مجید نے بھی ہمیں اسی بات کی تعلیم دی ہے:

﴿قُولُوٓاْ ءَامَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيۡنَا وَمَآ أُنزِلَ إِلَىٰٓ إِبۡرَٰهِـۧمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطِ وَمَآ أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَآ أُوتِيَ ٱلنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمۡ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهُۥ مُسۡلِمُونَ ﴿١٣٦﴾﴾ (البقرة)

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تم (یہود ونصاریٰ ومشرکین سے) کہہ دو کہ: ہم تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو (قرآن) ہم پر اتارا گیا؛ اُس پر (تفصیلی ایمان لائے) اور جو (وحی) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور اُن کی اولاد پر اتاری گئی اُس پر بھی (ہم اجمالی طور ایمان لائے) اور جو (شریعت) موسیٰ وعیسیٰ (علیہم السلام) کو

دی گئی اُس پر بھی اور جو (شریعت دوسرے) نبیوں کو اُن کے رب کی طرف سے دی گئی (ہم اُن سب کو صحیح مانتے ہیں) ہم اِن (پیغمبروں) میں سے کسی کے درمیان (کوئی) تفریق نہیں کرتے اور ہم اُسی (تمام نبیوں پر وحی اتارنے والے اللہ تعالیٰ) کے فرماں بردار ہیں۔

اِسی لیے ہمارے مکاتب و مدارس میں بچپن ہی سے چھوٹے چھوٹے بچّوں کو اِس طرح کی آیات اور چیزیں سکھلا کر اُن کے دل و دماغ میں یہ بات مضبوط کی جاتی ہے کہ اگلی شریعتوں اور اگلی اُمتوں کے جو اصولی، بنیادی بڑے عقائد تھے وہی ہمارے عقائد بھی ہیں، اُس میں آج تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اور ان شاءاللہ! تا صبحِ قیامت کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی!

عقائد میں کسی زمانے میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی

زمانہ بدلا ہے، وقت بدلا ہے؛ لیکن شروع سے جو اصولی و بنیادی عقائد چلے آرہے ہیں، ان میں ذرّہ برابر بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی، وہ جوں کے توں ہی موجود ہیں؛ مثلاً: توحید؛ یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، رسالت؛ یعنی رسول کو اللہ کا بندہ اور اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا اور اسے اپنی باتوں اور کاموں میں سچا مان کر اس کی اطاعت کرنا، اور اسی طرح قیامت و آخرت کا یقین کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوکر دنیا کی زندگی کا حساب دینا ہے، وغیرہ بہت سے اصول اور عقائد ہمیشہ، ہر آسمانی مذہب میں ایک ہی رہے ہیں۔

ہاں! زمانہ، حالات اور ضرورت کی وجہ سے فروعی احکام و مسائل میں تبدیلیاں

ہوئی ہیں؛ مثلاً: عبادت کا طریقہ، قربانی کے احکام، طہارت کے احکام وغیرہ میں یقیناً تبدیلیاں ہوئیں؛ لیکن اس طرح کی تبدیلی میں کوئی تکلیف اور حرج کی بات بھی نہیں ہے۔

اور فروعی احکام ومسائل میں تبدیلی کی بھی وجوہات ہیں، دنیا کا حال یہ ہے کہ اس کی چیزیں تو تھوڑے تھوڑے وقت میں ہی بدلتی رہتی ہیں، کسی نے ایک پلاسٹک کی تھیلی پر بہت اچھا جملہ لکھا تھا: فیشن (Fashoin) کے زمانے میں گارنٹی (Gurantee) کی امید نہ رکھے؛ اس لیے کہ فیشن تو بدلتی رہتی ہے تو پھر گارنٹی کیسے دے سکتے ہیں!

دوسرے مذاہب کے عقائد کا حال

ہمارے مذہب کے عقائد بیان کرنے کے بعد ہم دیگر مذاہب والوں سے ان کے عقائد کے بارے میں سوال کریں گے، میں بڑے یقین ورسوخ کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ عامتاً دوسرے ادیان میں عقائد کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے! ان کے یہاں تو وقتاً فوقتاً عقائد میں تبدیلیاں (Changes) ہوتے ہی رہتی ہیں۔ مثال کے طور پر انجیل (Bible) کو دیکھ لیجیے، اس کے مختلف ایڈیشن میں عقائد، اعمال اور عبادتیں بھی بدل رہی ہیں، کبھی ہم عیسائیوں سے بات چیت کے دوران ان کی مذہبیّات کے بارے میں پوچھتے ہیں تو اس وقت پتا چلتا ہے کہ انھوں نے کس طرح اپنے مذہب کے اصولوں کو پامال کر رکھا ہے۔

نیز ان سے بات چیت کے وقت جب تثلیث (Trinity) کا ثبوت مانگا جاتا ہے، تو وہ اُس کا کچھ جواب نہیں دے سکتے؛ کیوں کہ یہ عقیدہ اُن کا مذہبی نہیں؛ بلکہ بعد والوں کا گھڑا ہوا عقیدہ ہے۔

دراصل یہ توحید کو ختم کرنے کی ایک خطرناک سازش تھی، جس کو ابلیس اور دجّال کے چیلے وجود میں لائے تھے۔ عیسائی مذہب کو اپنی اصل تعلیمات سے ہٹانے میں سب سے بڑا کردار ''پولس'' کا ہے، حقیقت میں یہ بنی اسرائیل کے قبیلۂ بنیامین کا ایک کٹّر فریسی یہودی تھا، اس کا اصل نام ''ساول'' تھا، پہلے یہ عیسائیوں کا سخت دشمن تھا، اور انھیں ہر طرح سے تکلیف پہنچایا کرتا تھا، بعد میں اس نے کسی اشارے کی بنیاد پر عیسائیت کو قبول کرنے کا دعویٰ کیا، برناباس حواری نے سب سے پہلے اس کے دعوے کی تصدیق اور ان کی تصدیق پر دوسرے حواری بھی مطمئن ہو گئے، اس کے بعد پولس حواریوں کے ساتھ مِل جُل کر عیسائیت کی تبلیغ کرتا رہا اور اسے عیسائی مذہب کا سب سے بڑا پیشوا مانا گیا۔ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ''ہم پوری دیانت داری اور خلوص کے ساتھ تحقیق کرنے کے بعد اِس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ عیسائی مذہب کے اصل بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں؛ بلکہ پولس ہے۔ (عیسائیت کیا ہے؟: ۸۲)

پھر بڑی حیرت اِس پر ہوتی ہے کہ آج کے زمانے میں تو ان کے مذہب سے تثلیث بھی غائب ہو رہی ہے اور دہریّت داخل ہو رہی ہے، آج کے بہت سے عیسائی صرف نام کے عیسائی رہ گئے ہیں۔

عقائد کے دو منبع

معلوم ہونا چاہیے کہ عقائد کے لیے دو چیزیں بنیادی ہیں:

① مذہبی کتاب جس کو گجراتی میں ''धार्मिक पुस्तक'' کہتے ہیں۔

② مذہب کی سب سے بڑی شخصیت اور اُس کی تعلیمات۔

یہ دونوں ہمارے پاس بہت ہی مضبوط ہے۔

اسلام کے تین بنیادی عقائد

اگر مختصر طور پر بیان کیا جائے تو اسلام کے بنیادی عقائد تین ہیں:

① توحید: اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے ایک ماننا۔

② رسالت: اِس بات کو ماننا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں لوگوں تک اپنا دین پہنچانے کے لیے اپنے کچھ پیارے اور چُنے ہوئے بندوں کو بھیجا؛ جنھیں ہم نبی یا رسول کہتے ہیں، یہ سب اپنی بات میں سچّے اور عمل کے پکے تھے اور ان میں سب سے آخری نبی و رسول ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں، اب آپ کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نیا نبی دنیا میں پیدا نہیں ہوگا۔

③ آخرت: اس بات کا یقین رکھنا کہ ہر انسان کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کے مطابق اسے جنّت یا جہنم میں بھیجیں گے۔

توحید (एकेश्वरवाद)

اوّل نبی سے آخری نبی تک ایک ہی تو صدا تھی!

اسلام کے بنیادی عقائد میں بڑا عقیدہ ''توحید'' (एकेश्वरवाद) ہے۔

حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک اور خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف اور حنین کی پاک سرزمین پر یہی ایک صدا اور نِدا لگائی تھی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، تُفْلِحُوْ.

ترجمہ: اے لوگو! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، کہو! کامیاب ہو جاؤ گے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے ہزاروں سال پہلے ہندوستان کی سرزمین پر توحید کی آواز بلند کی تھی

اِس سلسلے میں امام ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مضمون لکھا ہے، اس میں انھوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہزاروں سال پہلے ہندوستان کی سرزمین پر حضرت آدم علیہ السلام نے یہی ''يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، تُفْلِحُوْ.'' والی آواز لگائی تھی، بندے کے پاس اِس کے حوالے موجود ہیں۔

توحید کا سب سے پہلا خیمہ ہندوستان ہے

ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ: نغمۂ توحید؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی آواز دنیا میں سب سے پہلے بھارت کی سرزمین سے لگی ہے، اور توحید کا سب سے پہلا خیمہ ہندوستان ہے۔

ہندوستان کے مایۂ ناز عالمِ دین، شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے ساتھ اسلام کی نسبت کے سلسلے میں ''ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل'' کے عنوان سے ایک کتابچہ تصنیف فرمایا ہے۔ ہم سبھی کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے، ان شاء اللہ! اُس سے ہندوستان سے اسلام کی نسبت ہمیں سمجھ میں آئے گی اور ہم یقین کے ساتھ یہ کہہ سکیں گے کہ یہ وطن حقیقتاً ہمارا ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ کتاب ''ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل'' سے چند اقتباسات یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

اسلامی کتابیں یہ بتاتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان ہی میں اتارے گئے

اور یہاں ہی انھوں نے سکونت کی اور یہاں ہی سے ان کی نسل دنیا میں پھیلی اور اسی وجہ سے انسانوں کو آدمی کہا جاتا ہے؛ چناں چہ ''سبحة المرجان فی تاریخ ھندوستان'' میں متعدد روایات اس کے متعلق مذکور ہیں۔ بائبل میں بھی اس کے حصہ عہدِ قدیم میں یہی ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیرِ ابنِ کثیر جلد اول صفحہ: ۸۰ر میں ہے: ونزل اٰدم بالھند....

...جتنے پیغمبر اور ان کے جانشین دنیا میں ہوئے ہیں سب کا مذہب اسلام ہی تھا، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد بھی اسلام کے پیرو تھے:

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُواْ﴾ (یونس: ۱۹)

ترجمہ: اور تمام انسان پہلے ایک ہی دین (یعنی توحید) پر تھے پھر وہ (یعنی بعض لوگ) جدا ہو گئے۔ (از: ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل: ۳، ۴)

قتلِ ہابیل کا مشہور واقعہ ہندوستان ہی میں ہوا

...حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوّا علیہا السلام کو لے کر ہندوستان واپس ہوئے، یہیں بود و باش اختیار کی اور یہیں آپ کی اولاد ہوئی اور یہیں آپ کی اولاد نے قیام کیا۔ قتلِ ہابیل کا مشہور واقعہ ہندوستان ہی میں ہوا، پھر جب ہابیل- جو صالح اور نیک تھے- شہید ہو گئے اور قابیل اس جرم کی وجہ سے مردود ہو گیا، تو خداوندِ عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک اور بیٹا عنایت فرمایا جس کا نام ''شیث'' رکھا گیا، شیث کے معنی ہے: ہبۃ اللہ؛ یعنی عطائے خداوندی، فیض آباد کے قریب ''اجودھیا'' جو ہندوؤں کا خاص تیرتھ ہے اور جسے ''رامچندر جی'' کی جنم بھومی اور ان کا پایۂ تخت سمجھا جاتا ہے، وہاں ایک بہت لمبی قبر ہے جس کو حضرت شیث علیہ السلام کی قبر بتایا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(از: ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل، ص: ۱۴)

اوّل حج کا قافلہ بھی اسی ملک سے

حضرت والاؒ نے اِس کتاب میں ایک عجیب بات تحریر فرمائی ہے کہ: ''حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیادہ (پیدل) چالیس حج کیے۔'' (از: ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل: ۱۴) گویا حضرت آدم علیہ السلام نے اوّل اسی ملک سے حج کا سفر کیا ہے؛ گویا اول حج کا قافلہ بھی اسی ملک سے گیا ہے، کیسی عجیب بات کہ حج عرب کی سرزمین پر ہو رہا ہے؛ لیکن سب سے پہلے حاجی ہندوستان سے گئے تھے!

خلاصۂ کلام یہ کہ اگر کوئی ہم سے ہمارے مذہب کی تاریخ کے سلسلے میں سوال کرے تو اسے اوپر مذکورہ تفصیلات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جواب دے دینا چاہیے، اس کے بعد اس سے سوال کیا جائے کہ تم بھی اپنے مذہب کی تاریخ (History) بتلاؤ!

علاقائی زبان میں مہارت کی اہمیّت

یہاں میں جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ خاص طور پر آج کے پُرفتن دور میں دین کی اشاعت وحفاظت کے واسطے علاقائی زبان سیکھنا اور اس میں مہارت حاصل کرنا بہت ہی اہم ضروری ہے؛ لیکن بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ ہم اِس معاملے میں بہت زیادہ بے توجہی کے شکار ہیں۔

مادری زبان میں بات کا بڑا اثر ہوتا ہے

ہم ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ آج ہمارے پاس کتنے علما ومفتیانِ کرام ہیں جو بہترین انداز میں لوگوں کے سامنے اپنی مادری زبان میں دین کی اشاعت کر سکیں، دینی بات سامنے والے کو سمجھا سکیں، دین کی تبلیغ کر سکیں؟

نیز کتنے ایسے مُناظرین ہیں جو اپنی مادری زبان میں ادیانِ باطلہ وفرقِ ضالّہ کا بڑے شدّ و مد کے ساتھ مقابلہ وتعاقب کرسکیں؟

اِس لیے بندے نے اِس سلسلے میں وقت کی ضرورت سمجھتے ہوئے ایک خط ماہنامہ ''صوت القرآن'' میں شائع کروایا تھا، وہ خط ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

دانشورانِ قوم کے نام ایک اہم خط

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم!..... بعد سلام مسنون وخیریت طرفین!

ایک اہم بات آپ کی خدمت میں عرض کرنا مقصود ہے، اللہ کرے کہ جلد از جلد اس کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ ملک کے موجودہ حالات آپ کے سامنے ہیں، اسلام اور مسلمانوں سے بدگمانی عام ہے، اس کی بہت بڑی وجہ اسلام سے ناواقفیت و بےخبری ہے، اس ضرورت کی تکمیل کے لیے:

پیامِ انسانیت، امن کانفرنس، ایکتا سمّیلن، اسلام کیا ہے؟، مدرسہ کی سیر، آؤ مسجد دیکھیں، قرآن کیا کہتا ہے؟ اور پیغمبر کون ہے؟ جیسے عناوین سے بڑے بڑے پروگرام رکھے جاتے ہیں اور رکھے جانے چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس عاجز کو بسا اوقات اس قسم کے پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور ہمیشہ ایک بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ ہم اپنی بات برادرانِ وطن کو سمجھا نہیں پا رہے ہیں، ہماری اردو اتنی اعلیٰ اور فصیح وبلیغ ہوتی ہے کہ غیر مسلم بھائی تو دور کی بات ہے، بیشتر عام مسلمان بھی اس کو نہیں سمجھ پاتے اور خوب صورت وعمدہ مضامین ہونے کے باوجود زبان کی اجنبیت پیغام پہنچانے اور اسلام کی

خوبیوں سے واقف کرانے میں رکاوٹ بنتی ہے۔

بندے نے اکثر محسوس کیا ہے کہ اگر مقامی صوبائی زبان یا آسان ہندی زبان میں بات سمجھائی جائے تو پچانوے فیصد مجمع کو بات سمجھ میں آجاتی ہے اور اِن جلسوں کا مقصدِ اصلی پورا ہوتا ہے؛ ورنہ بہت سی دفعہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی کہتے ہیں اور وہ اپنی کہتے ہیں، نہ ہم ان کی بات سمجھے، نہ وہ ہماری بات سمجھے اور یونہی بے فائدہ جلسہ پورا ہو جاتا ہے۔

یہ ماجرا دیکھ کر پچھلے کئی سالوں سے شدّت کے ساتھ یہ تقاضا ہو رہا ہے کہ اردو، عربی کی طرح ہمارے یہاں مدارس میں ہندی اور مقامی صوبائی زبان جیسے گجراتی، مراٹھی، کنڑ، تامل وغیرہ کی مستقل انجمنیں ہونی چاہیے اور اس کے سیکھنے سکھانے کا با قاعدہ نظم ہو اور برادرانِ وطن کے درمیان بیان کیے جانے والے مضامین: اسلام کے بنیادی عقائد وارکان وغیرہ عام انداز میں، مقامی زبان میں ہر طالبِ علم سے بلوائے جائیں اور مضامین لکھوائے جائیں، اوراس کی مستقل مشق کروائی جائے، مستقل انجمن ممکن نہ ہو تو اردو انجمن ہی سے ایک باری ختم کر کے مقامی زبان میں تقریر کروائی جائے، یہ وقت کی بہت اہم ضرورت ہے۔

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهِۦ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ﴾(ابراهيم:٤) سے بھی اس کی ضرورت واہمیت واضح ہوتی ہے۔

امید ہے کہ جناب والا خود بھی اِس طرف توجہ فرمائیں گے اور دوسرے مدارس کو بھی اِس طرف متوجہ کریں گے۔

العبد: محمود بارڈولی (جامعہ ڈابھیل)

ایسے تو ہم مدرسے کے تقریر کے مختلف شعبوں میں طلبہ کی تقاریر کے دوران یہ آیتِ کریمہ خوب سنا کرتے ہیں:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤﴾﴾ (ابراهيم)

ترجمہ: اور ہر رسول کو ہم نے ان کی قوم کی زبان میں ہی (رسول بنا کر) بھیجا؛ تا کہ وہ (نبی) اپنی قوم کے سامنے (اللہ تعالیٰ کے دین کو اچھے طریقے سے) سمجھاوے، سو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں (اس کو) گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں (اس کو) ہدایت دیتے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں۔

مگر افسوس ہم نے آیت کے تقاضے کو عملاً پیچھے ڈال دیا، آپ حضرات ہی غور کریں کہ کیا ''إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ'' صرف عربی زبان کے لیے ہے؟ نہیں ہرگز نہیں؛ بلکہ یہ تمام زبانوں کے بارے میں ہے۔

''جامعہ ڈابھیل'' میں گجراتی تقریر کے لیے انجمن

الحمدللہ! مادرِ علمی جامعہ ڈابھیل میں ''گجراتی زبان میں انجمن'' کا سلسلہ شروع ہوا ہے، جس میں طلبہ گجراتی تقریر وتحریر کی مشق کرتے ہیں، اہلِ مدارس کو اس معاملے میں غور وفکر کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔

ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے مدرسے سے تکمیل کر کے جانے والا ہر بچّہ اپنی مادری زبان میں اچھی طرح تقریر پیش کر سکے، بہترین تحریر لکھ سکے، اس سلسلے میں محنت کرنے سے ان شاء اللہ! ہمیں دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں کامیابی ملے گی۔

’’توحید‘‘ اسلام کا بنیادی اور اہم عقیدہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کو ذات وصفات کے اعتبار سے ایک ماننا، کسی بھی صورت میں اس کی ذات، اس کی صفات اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ماننا ’’توحید‘‘ کہلاتا ہے۔ مسئلۂ توحید اسلام کا؛ بلکہ تمام آسمانی مذاہب کا ایک اہم عقیدہ رہا ہے، اسلام کی نظر میں شرک اتنی بُری چیز ہے کہ قرآنِ مجید کے اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے؛ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴿۱۱۶﴾ (النساء)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو معاف نہیں کرتے اور اس (شرک) سے کم درجے کے گناہ (یعنی صغیرہ یا کبیرہ) جس کے لیے چاہتے ہیں معاف کردیتے ہیں، اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے سو پکّی بات ہے کہ وہ (سیدھے راستے سے) گمراہ ہوکر بہت دور جاگرتا ہے۔‘‘ (تیسیر القرآن)

ویدوں میں بھی توحید کا ذکر موجود ہے

ہمارے برادرانِ وطن اگر ہم سے اِس پر دلیل کا مطالبہ کریں کہ تو ہم ان ہی کی مذہبی کتاب؛ ’’وید‘‘ (वेद) سے دلیل پیش کریں گے؛ اس لیے کہ وید اُن کے مذہب کی بنیادی کتاب ہے؛ حتیٰ کہ بعض لوگ تو اس کو محرّف شدہ آسمانی کتاب مانتے ہیں۔

ویدوں میں متعدد جگہوں پر توحید کا ذکر ہے اور صرف وید ہی میں نہیں گیتا، اُپنشد (उपनिषद) اور پرانوں (पुराण) میں بھی اِس کا تذکرہ ملتا ہے۔

کچھ اشلوک مع ترجمہ ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

(1) न द्वितीयो न तृतीयश्चतुर्थो नाप्युच्यते।

न पञ्चमो न षष्ठः सप्तमो नाप्युच्यते।

नाष्टमो न नवमो दशमो निप्युच्यते।①

(अथर्ववेद अध्याय13/4(2)/मंत्र 16-17-18)

ही कहते हैं।परमेश्वर को ना दूसरा ना तीसरा ना चौथा
ही कहते हैं।परमेश्वर को ना पाँचवा ना छठा ना सातवाँ
परमेश्वर को ना आठवाँः ना नवाँ ना दसवाँ कहते हैं।ही
अतः इस जगत का और जीवात्माओं का स्वामी एक ही
परमेश्वर है। इससे अन्य कोई और परमेश्वर नहीं है।

(2) न जातः न जनिष्यते ②

(यजुर्वेद मंत्र 27-36)

तेरे समान न कोई उत्पन्न हुआ है और न!हे परमेश्वर भविष्य में कभी उत्पन्न होगा।
अतः हम स्वयं निर्मित अनेक परमेश्वर होने और उनकी पूजा करने की कल्पना भी नहीं कर सकते।

---

① ترجمہ: (پرمیشور ایک ہی ہے) آپ اسے نہ دوسرا، نہ تیسرا اور نہ ہی چوتھا کہتے ہیں۔
(پرمیشور ایک ہی ہے) آپ اسے نہ پانچواں، نہ چھٹا اور نہ ہی ساتواں کہتے ہیں۔
(پرمیشور ایک ہی ہے) آپ اسے نہ آٹھواں، نہ نواں اور نہ ہی دسواں کہتے ہیں۔
② ترجمہ: پرمیشور! تیرے مثل نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ مستقبل میں پیدا ہوگا۔

(3) न तस्य प्रतिमा अस्ति यस्य नाम महद्यस①:

(यजुर्वेद अध्याय 32, मंत्र 3)

उस ईश्वर की कोई मूर्ति अर्थात प्रतिमा नहीं जिसका महान यश है।

(4) एकं ब्रह्म द्वितीय नास्ति नेह ना नास्ति किंचन②

(ब्रह्मसूत्र)

ईश्वर एक है, उस एक के सिवा कोई दूसरा ईश्वर नहीं है, नहीं है
ज़रा सा भी नहीं है।

(5) एको अहं द्वितीयो नास्ति न भूतो न भविष्यति③

(ब्रह्मसूत्र)

एक मैं ही हूं दूसरा सब मिथ्या है। न मेरे जैसा कभी कोई आया न आ सकेगा।

---

① ترجمہ: اُس پرمیشور کا کوئی ثانی نہیں ہے، وہ بے مثال ہے، اُس کی برابری کوئی نہیں کرسکتا، اُس کی مختلف الفاظ اور مختلف طریقوں سے عبادت کی جاتی ہیں۔

② ترجمہ: ایک ہی ایشور ہے، دوسرا نہیں ہے، نہیں ہے، نہیں ہے، ذرا بھی نہیں ہے۔

③ ترجمہ: پرمیشور صرف ایک ہی ہے، اُس کے مثل کوئی نہیں، نہ ماضی میں تھا، نہ مستقبل میں ہوگا۔

یاد رہے توحید اور ایکشوروادکا صاف اور واضح تصور جو اسلام میں ہے، ایسا کسی اور مذہب میں نہیں ہے، ویدوں کے کئی اشلوک سے توحید معلوم ہوتی ہے۔

ہمارا الزامی سوال: ''منو'' نے سب سے پہلے کس کی عبادت کی؟

ہم اپنی تاریخ (History) پورے رسوخ وثبوت کے ساتھ بتلائیں، پھر ان سے الزامی سوال کرتے ہوئے دریافت کریں کہ آپ نے اس تقریر میں جو باتیں سنی ہے ان کو سامنے رکھتے ہوئے بتلاؤ کہ جب آدم (منو) اس دنیا میں آئے تھے تو انھوں نے سب سے پہلے کس کی عبادت (تپسیا)(तप्सया) کی تھی؟

اِس پر ان کی کہانیوں کے بجائے ہم ان سے پختہ دلائل کا مطالبہ کریں گے جو مستند ہو، اور وہ ایسے دلائل تا قیامت پیش نہیں کرسکیں گے۔

رسالت: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری نبی ماننا

''حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رسول ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہ آئے اور نہ ہی آئندہ آئیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تمام جہانوں کی ہر قسم کی نبوّت ختم ہوگئی۔'' یہ ہمارا عقیدہ ہے اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔

ہندو مذہب میں جو اوتارواد (अवतार वाद) کا نظریہ پایا جاتا ہے، اس کے متعلق بہت سے ماہرینِ ادیان خیال ہے کہ یہ نظریۂ رسالت ''اِیش دوت'' (ईश दुत) ہی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

آخر زمانے میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بارے میں دوسرے آسمانی مذاہب کی کتابوں کی طرح ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر میں بھی کئی بشارتیں پائی جاتی ہیں؛

اِن بشارتوں کو ''کالکی اوتار'' (कल्किअवतार) اور ''نراشنس'' (नृशंस) نام سے مستقل کتابچے لکھے گئے ہیں، جن میں اِن بشارتوں کو ایک جگہ جمع بھی کیا گیا ہے۔

عقیدۂ آخرت

دنیا کو ختم ہوکر ایک دن قیامت (महाप्रलय) کا قائم ہونا ہے

دنیا میں جو بھی آیا اسے ایک دن مرنا ہے، اس میں بات کسی بھی مذہبی اور غیر مذہبی شخص کا کوئی اختلاف نہیں، البتہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اس بارے میں الگ الگ باتیں کہی جاتی ہیں۔

پُنَر جنم (पुनर जन्म)، آواگون (आवागवन)

ہندوؤں کے یہاں ''پُنَر جنم'' یا ''آواگوَن'' کا عقیدہ پایا جاتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی روح موت کے بعد اپنے دنیاوی جسم سے الگ ہوکر دوسری مرتبہ پھر کسی اور بدن میں جنم لیتی ہے، اور اپنی پہلی زندگی میں اس نے جس طرح کے عمل کیے ہیں؛ اسی کے اعتبار سے اسے دوسرا جسم ملتا ہے، اور یہ سلسلہ اس وقت چلتا رہتا ہے جب تک کہ اس کی روح تمام آلائش سے پاک ہوکر پرتماما میں سماجائے۔ یہی ان کے یہاں نجات کا معیار ہے: جیسے ''نِروان (नीर वान)، مُکتی (मुक्ति)، موکش (मोक्स) اور کیولیہ (केवल्या)'' کے نام سے وہ ذکر کرتے ہیں۔

مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ خود بہت سے ہندو مفکرین اس آواگون کے عقیدے کو غلط قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ ویدوں کے خلاف ہے۔

عقیدۂ آخرت یا مابعد الموت حالات کی تعبیر کے لیے ہندو مذہبیات میں ''پُنَر جنم''

یا ''آواگَوَن'' کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے اور عمومی طور پر یہ دونوں لفظ مترادف کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں؛ مگر اِن دونوں الفاظ کے معانی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں الفاظ اپنے اندر الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔

ہندومت عقیدۂ مابعد الموت کے لیے مستعمل اِن دونوں تعبیرات پر روشنی ڈالتے ہوئے ''ابومحمد امام الدین رام نگری رحمۃ اللہ علیہ'' لکھتے ہیں:

آواگمن ہندو مذہب کا بنیادی اور مختلف الاطراف عقیدہ ہے؛ یعنی اس عقیدے کے ساتھ دوسرے مختلف عقائد بھی وابستہ ہیں۔

آواگمن کے لغوی معنی: ''آنا جانا'' کے آتے ہیں۔

اور اصطلاحی معنی: ایک ہی روح کے ساتھ بار بار پیدا ہونے اور مر جانے کے ہیں۔

اِس سلسلے کی ابتدا اور انتہا بھی ہے اور ساتھ ہی یہ لا ابتدا اور لا انتہا بھی ہے، روح اَزلی، لا ابتدا، نیز از خود پیدا ہے۔

آواگمن کے لیے ''پُنر جنم'' کی اصطلاح بھی رائج ہے، ان دونوں اصطلاحوں کو مترادف مانا جاتا ہے؛ لیکن معنی کے اعتبار سے دونوں کے معنی مختلف ہیں۔ ''پُنر جنم'' کے معنی ہیں: ایک بار پھر پیدا ہونا، نہ کہ بار بار پیدا ہونا۔ (آواگمن کا تحقیقی جائزہ: ۷)

اِس سے معلوم ہوا کہ ''پنر جنم'' اور ''آواگون'' دونوں علاحدہ علاحدہ معانی رکھنے والے الفاظ ہیں، جنھیں اب ایک ہی مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ معانی کے اسی اختلاف یا ہیر پھیر کی بنیاد پر ہندوؤں کے یہاں عقیدہ مابعد الموت خود موت سے زیادہ پیچیدہ بن گیا ہے۔

سورگ (स्वर्ग) اور نرک (नर्क): یعنی ہندو مذہب میں جنّت اور جہنّم

ویدوں میں جنّت اور جہنم کا ذکر ''سورگ اور نرک'' کے نام سے ملتا ہے۔

سورگ:

① اے اگنی! ہم بربادی سے دور ہی رہیں، تیسری جنت میں بلا کہ ہم دعوت و ضیافت کے مزے لیں، وہاں صاف ستھری، پاکیزہ اور مقدس عورتیں ہوں۔'' [اتھر وید؛ کانڈ:٦،سکت:١١٢،منتر:۴،۵]

② میں اُن اَپسراؤں (حوروں) کے لیے دعا کرتا ہوں، جو نہایت لطف اور لذت دینے والی ہیں۔ [اتھر وید؛ کانڈ:٢،سکت:٢،منتر:٣-کانڈ:۴،سکت:٣٨،منتر:۴]

③ سخاوت کرنے والے نے پہلے ایک خوشگوار مقام حاصل کیا، پھر اچھے لباس والی خوب صورت عورتیں اور نہایت تیز شراب کے جام۔ [رگ وید؛ منڈل:١٠،سکت:١٠٧،منتر٩]

④ زمین سے خلا پر چڑھا، خلا سے آسمان کو چڑھ گیا، آسمانی چوٹی کی پشت سے جنتی روشنی میں چلا گیا۔ [یجر وید؛ ادھیائے:١٧،منتر:٦٧]

⑤ ''ہمارے اوپر تیسرے سورگ میں اشوگندھا درخت کھڑا ہے۔ دیوتاؤں کی نشست گاہ ہے۔ وہاں دیوتا کٹھ حاصل کرتے ہیں جو آبِ حیات کا چشمہ ہے۔ [اتھر وید؛ کانڈ:۵،سکت:۴،منتر:٣]

نرک:

① وہ جو گناہ سے بھرپور ہیں، جھوٹے، بے وفا، اُنھوں نے اِس نہایت گہرے مقام کو پیدا کیا ہے۔ [رگ وید؛ منڈل:۴،سوکت:۵،منتر؛۵]

یعنی ان کے اعمالِ بد کی پاداش میں دوزخ کو پیدا کیا گیا ہے۔

۲ اے اِندر اور سوم دیوتا! گناہ، گنہگاروں کے گرد اِس طرح جوش مارے جس طرح آگ کے شعلوں میں پانی جوش مارتا ہے۔'' [رِگ وید؛ منڈل:۷، سکت:۱۰۴، منتر:۲]

۳ وَرُن سے ڈرائے ہوئے میرے مخالف، قریبی شریک اُس عالم میں داخل ہوں جہاں روشنی نہیں، نہایت گہری تاریکی ہو۔ [اتھروید؛ کانڈ:۱۰، سکت:۳، منتر:۹]

نوٹ: اِس موضوع پر مزید اشلوک ''حافظ شارق'' کی کتاب ''ہندومت؛ تجزیاتی مطالعہ'' میں دیکھے جاسکتیں ہیں۔

اس کے علاوہ ان کی کتابوں میں قیامت اور فنائے دنیا کے لیے ''سِرِشٹی پرلے'' (सृष्टि पर्ले) کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(۳) مذاہب کی نامور شخصیات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بعد ہمارے مذہب کی سب سے عظیم شخصیت خاتم الانبیا ''حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی ذات ہیں، جن کی سیرت، کردار، اخلاقی زندگی، بات چیت؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا انوکھی، بہت عمدہ اور بے مثال ہے اور آپ کی سیرتِ مقدسہ کو اپنانے سے دنیا وآخرت میں بڑی کامیابی ہوتی ہے، جو مسلمان نہیں ہیں ان لوگوں نے بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں عمدہ اور بہترین باتیں لکھی ہیں، اور کمال یہی ہوتا ہے کہ دشمن بھی آپ کی صداقت، امانت اور سیرت وکردار کی خوبی پر گواہی دیں: وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ!!

ذیل میں جو لوگ مسلمان نہیں ان کی جانب سے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے منقول چند اقتباسات بطورِ نمونہ نقل کیے جاتے ہیں:

''مائیکل ہارٹ'' (Michal hart) نامی ایک یہودی مصنف نے ''۱۰۰/ عظیم آدمی'' نامی ایک کتاب لکھی ہے؛ جس پر اس نے ۲۸/ سال تحقیق کی اور دنیا کی تاریخ میں اپنے دیرپا نقوش چھوڑنے والی سو (۱۰۰) اہم ترین شخصیات کے بارے میں بنیادی معلومات لکھ کر اپنا تجزیہ تحریر کیا ہے۔ یہودی ہونے کے باوجود اس نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ان تمام اہم ترین شخصیات میں سرِ فہرست رکھا۔ (اگرچہ اس کے مندرجات سے اسلامی نقطۂ نظر سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔) اور مضمون کا آغاز اِن الفاظ میں کیا:

ممکن ہے کہ انتہائی مؤثر کن شخصیات کی فہرست میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا شمار سب

سے پہلے کرنے پر چند احباب کو حیرت ہو اور کچھ معترض بھی ہوں؛ لیکن یہ واحد تاریخی ہستی ہے جو مذہبی اور دنیوی دونوں محاذوں پر برابر طور پر کامیاب رہی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عاجزانہ طور پر اپنی مساعی کا آغاز کیا اور دنیا کے عظیم مذاہب میں سے ایک مذہب کی بنیاد رکھی اور اسے پھیلایا، وہ ایک انتہائی مؤثر سیاسی رہنما بھی ثابت ہوئے، آج تیرہ سو (۱۳۰۰) برس گزرنے کے باوجود ان کے اثرات انسانوں پر ہنوز مسلم اور گہرے ہیں۔ (سو عظیم آدمی؛ مائیکل ہارٹ، مترجم: محمد عاصم بٹ: ۲۵)

''مسز اینی بیسنٹ'' (Miss annie besant) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالتِ شان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وصفات سے اثر پذیری کا یوں اعتراف کرتی ہیں:

جو شخص بھی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عرب کے جلیل القدر پیغمبر کی حیاتِ مقدسہ اور آپ کے عظیم کردار اور عمل کا مطالعہ کرتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے کس طرح اپنی پاکیزہ زندگی بسر کی، اس کے لیے اس کے بغیر چارہ ہی نہیں کہ وہ اس عظیم اور جلیل پیغمبر کی عظمت اور جلالت محسوس نہ کرے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں بڑی عزت والے رسول تھے۔ میں جو کچھ آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں۔

آپ میں سے اکثر اصحاب شاید اِس سے واقف بھی ہوں؛ لیکن میری تو یہ حالت ہے کہ میں جب بھی آپ کی سیرتِ پاک کا مطالعہ کرتی ہوں تو میرے دل میں عرب کے اس عظیم اور لاثانی نبی کی نئی عظمت اُجاگر ہوتی ہے۔ (سیرت وتعلیماتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص: ۴)

''سوامی لکشمن پرشاد'' اپنی کتاب ''عرب کا چاند'' میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے

ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

اِسی جہالت اور ضلالت کے مرکزِ اعظم جزیرہ نمائے عرب کے کوہِ فاران کی چوٹیوں سے ایک نور چمکا، جس نے دنیا کی حالت کو یکسر بدل دیا، گوشہ گوشہ کو نورِ ہدایت سے جگمگا دیا اور ذرہ ذرہ کو فروغِ تابشِ حسن سے غیرتِ خورشید بنا دیا۔

آج سے تیرہ صدیاں پیشتر اسی گمراہ ملک کے شہر مکہ مکرمہ کی گلیوں سے ایک انقلاب آفریں صدا اُٹھی، جس نے ظلم وستم کی فضاؤں میں تہلکہ مچا دیا۔

یہیں سے ہدایت کا وہ چشمہ پھوٹا جس نے اقلیمِ قلوب کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں سرسبز وشاداب کر دیں۔

اسی ریگستانی چمنستان میں روحانیت کا وہ پھول کھلا جس کی روح پرور مہک نے دہریت کی دماغ سوز بُو سے گھرے ہوئے انسانوں کے مشامِ جان کو معطر ومعنبر کر دیا۔

اسی بے برگ وگیاہ صحرا کے تیرہ وتار اُفق سے ضلالت وجہالت کی شبِ دیجور میں صداقت وحقانیت کا وہ ماہتابِ درخشاں طلوع ہوا جس نے جہالت وباطل کی تاریکیوں کو دور کر کے ذرے ذرے کو اپنی ایمان پاش روشنی سے جگمگا کر رشکِ طور بنا دیا؛ گویا ایک دفعہ پھر خزاں کی جگہ سعادت کی بہار آ گئی۔ (عرب کا چاند؛ سوامی لکشمن پرشاد؛ مکتبہ تعمیرِ انسانیت؛ لاہور: ۴۱)

اور جمہور علمائے اُمت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے اونچا مقام حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے، جن کے اخلاق وکردار اور مثالی زندگی بھی بہت عجیب وغریب اور قابلِ رشک ہے۔

اسلام کی حقانیت کی واضح دلیل

چناں چہ اب عقائد کا منبع کہیے یا اسلامی تعلیمات کا حاصل کہیے، ان کا تجزیہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارے مذہب کے اعتبار سے مختلف زمانے میں الگ الگ انبیائے کرام علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے ہیں، ان میں سے بہت سے حضرات کو اور ان کے واقعات کو ہم جانتے ہیں اور بہت سوں کو جانتے نہیں ہیں، قرآنِ مجید میں خود ربِّ کائنات کا ارشاد ہے:

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ١٦٤﴾ (النساء)

ترجمہ: اور (اسی طرح) بہت سارے رسول ایسے (ہم نے بھیجے) ہیں کہ ہم نے تمھارے سامنے ان کے واقعات پہلے سنا دیے اور بہت سارے رسول ایسے ہیں کہ ان کے واقعات ہم نے (اب تک) نہیں سنائے۔

میں سمجھتا ہوں قرآنِ پاک میں تقریباً پچیس انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی پاکیزہ و مبارک تعلیمات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کی توحید کی دعوت کا تذکرہ کیا گیا ہے؛ لیکن ان میں سے ہر ایک کا ہدف (Misson) ایک ہی تھا کہ: ایک اللہ کی عبادت کرو! میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں، میرا کہنا مانو! کامیاب ہوجاؤ گے!

تمام نبی (علیہم السلام) کی دعوت میں عقائد (توحید، رسالت، موت کے بعد کی زندگی) قدرے مشترک امور میں سے ہے۔

یہ ہمارے مذہب کی حقانیت و سچے ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

(۴) مذہبی کتاب

ہماری مذہبی کتاب: ''قرآنِ کریم'' ہے، جو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے نازل ہوئی ہے اور آج تک بعینہ محفوظ ہے۔ یہ حدیث شریف ہم اکثر سنتے ہی رہتے ہیں:

عَنْ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ ﷺ.(رواه مالك، والحاكم عن أبي هريرة رضي الله عنه)

ترجمہ: میں نے تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے: ایک اللہ کی کتاب (قرآنِ کریم) اور دوسری اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت۔

قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے

اسی پر بس نہیں؛ بلکہ ہر ایک آسمانی کتاب ایک دوسرے کو سچا بتلاتی ہے اور ایک دوسرے کے مضامین کی تصدیق کرتی ہے، تورات اور انجیل قرآنِ مجید کی باتوں کی تصدیق کرتی ہے تو دوسری طرف قرآنِ مجید ان دونوں کتاب: توریت وانجیل کے مضامین کو سچا بتلاتا ہے، قرآنِ مجید میں ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِي اسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُم بِالْبَيِّنَٰتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝٦﴾(الصفّ)

ترجمہ: اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ ابن مریم نے کہا تھا کہ: اے بنی اسرائیل! میں تمھاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات

(اتاری گئی) تھی اسے میں سچا بتاتا ہوں اور ایک ایسے رسول کی خوش خبری سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے؛ جن کا نام احمد ہوگا، پھر جب وہ (رسول) ان کے پاس صاف صاف دلیل لے کر آگئے تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

انگلینڈ کے ایک میوزیم کا حال

ایک مرتبہ میں نے لندن برٹش لائبریری (Brtisih Library) کی ممبر شپ (Member ship) لی تھی، برٹش لائبریری کا کارڈ بنوایا تھا، میں نے وہاں قرآنِ مجید کے عجیب وغریب نسخے دیکھے، کوئی پہلی صدی کا تھا، کوئی دوسری کا اور کوئی تیسری صدی کا نسخہ تھا، پھر جس نے کتابت کی تھی اس کا نام بھی، کس سن میں لکھا گیا تھا، کیا خصوصیات ہیں؟ پوری تاریخ اور تفصیل اس نسخے کے ساتھ لکھ کر لگائی گئی ہے۔

وہ لوگ پانچ پانچ پاؤنڈ لے کر ان نسخوں کے پہلے صفحے کی زیروکس بھی دیتے ہیں، میرے پاس بھی ایک دو گھر پر موجود ہے، ان کو فریم میں محفوظ کر کے رکھا ہے۔

اسلام اور قرآنِ کریم کے حقانیت کی واضح دلیل

جب میں وہ نسخے دیکھ رہا تھا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک بات ڈالی کہ کسی کو اگر قرآنِ کریم اور اسلام کی سچائی دیکھنی ہو تو وہ یہاں آکر قرآنِ کریم کے ان الگ الگ نسخوں کو دیکھ لیوے، خود انگریز کہہ رہے ہیں کہ: یہ پہلی صدی، یہ دوسری صدی، یہ تیسری صدی کا نسخہ ہے۔ اگر انسان وہاں جا کر تمام صدیوں کے تمام نسخوں کو آپس میں ملا کر دیکھے تب بھی ان شاء اللہ! وہ ان تمام نسخوں کے مابین ایک آیت میں بھی فرق نہیں پائے گا، یہ کتنی بڑی تعجب کی بات ہے!

یہ خود انگریزوں اور ملحدوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے کہ اسلام اور قرآنِ کریم کی حقّانیت کی ایک کھلّم کھلی دلیل ان کے پاس ہے؛ لیکن اس کے بعد بھی وہ کہاں الٹے پھرے جارہے ہیں؟ یہی حال دنیا کے دیگر بڑے غیر مسلم ممالک ''امریکا، جرمنی، نیوزی لینڈ'' وغیرہ کی لائبریریوں کا ہے کہ وہاں اسلام اور قرآنِ کریم کی صداقت کے آثار و دلائل موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام

شاید ہم مسلمانوں سے اس کی حفاظت اور قدر کا حق ادا نہیں ہوا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو حفاظت کے لیے کھڑا کیا ہے۔

ایک صاحب ہمارے جامعہ ڈابھیل میں مدرسے کی زیارت کے لیے آئے تھے، انھوں نے کتب خانے میں آکر جب قرآنِ کریم اور پرانی کتابیں دیکھیں تو وہ اس بات کی پیش کش کرنے لگے کہ آپ کے ادارے میں جتنی ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں ہیں، ہم لاکھوں روپیے ادا کرکے بھی انھیں خریدنے کے لیے تیار ہیں۔

بہر حال! یہ اللہ تعالیٰ کا ایک غیبی نظام ہے کہ وہ پاک اور عالی ذات اپنے مقدّس کلام کی حفاظت ایسے لوگوں سے کروا رہی ہے جو خود اس قرآنِ کریم کے کتاب اللہ ہونے کے منکر ہیں، نیز ان لائبریریوں میں وہ لاکھوں، کڑوروں روپیے خرچ کرتے ہیں؛ تاکہ ان قدیم آثار میں سے کوئی چیز ضائع نہ ہونے پاوے۔

نوٹ: الحمدللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لکھے گئے قرآنِ مجید کے نسخے بھی آج تک موجود ہیں، جس کی مزید تفصیل بندے کی کتاب ''دیکھی ہوئی دنیا'' (جلد:۱، ص: ۱۳۰ تا ۱۳۴) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

دوسرے مذاہب والوں سے سوال

میں اس معاملے میں بھی بڑے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ وہ ایسی کوئی کتاب یا سند نہیں لاسکیں گے، جس پر وہ انگلی رکھ کر بتلاسکیں کہ اس میں آج تک کچھ بھی تغیّر نہیں ہوا ہے۔ جب کہ ہماری شریعت اور صاحبِ شریعت کی باتوں کو ایسے مضبوط طریقے پر ضبط کیا گیا ہے کہ ایک ایک لفظ پر ہم کئی کئی گھنٹے بحث کیا کرتے ہیں۔

نبوی تعلیمات کی حفاظت کا غیبی انتظام

رہی بات مذہب کی اہم شخصیّت کی تعلیمات کی تو اس میں بھی الحمدللہ! ہم انفرادی مقام رکھتے ہیں؛ اس لیے کہ ہمارے پاس ہمارے آقا ﷺ کی ہر بات، ہر عمل اور ہر ادا بالکل پختہ اسانید کے ساتھ موجود ہے، جس میں ذرا برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ نیز آپ ﷺ کے اعمال واقوال کو ایسے منظّم طریقے سے محفوظ کیا گیا ہے، جس کی مثال آج دنیا میں ملنا مشکل ہے اور اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے رجال (شخصیّات) کو پیدا فرمایا تھا کہ جن کی قوّتِ حافظہ کی داستانیں سن کر عقل حیران رہ جاتی ہیں۔

اِسناد: دین کا حصّہ ہے

سند کی وجہ سے دین کی یہ عظیم بنیاد قائم ہے؛ اس لیے ہم سند کے لیے کوشاں رہتے ہیں، سابق زمانے میں بھی اور آج بھی بعض حضرات کو عالی سند حاصل کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے، وہ اس کو حاصل کرنے کے لیے دور دراز کا سفر کرنے کے لیے بھی تیار ہوجاتے ہیں۔

بندے کو بھی دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد اس چیز کا بڑا شوق تھا اور کئی بڑی شخصیّات سے حدیث شریف کی اعلیٰ سند حاصل کرنے کا شرف بھی نصیب ہوا ہے۔

(۵) اسلام کے رسم ورواج اور تہوار

اسلام میں صرف دو تہوار ہیں: ایک عید الفطر (رمضان عید) اور دوسرا عید الاضحیٰ (بقر عید)؛ مگر غیر مسلم ہر آئے دن نت نئے تہوار مناتے رہتے ہیں، غالباً اسی کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں نے بھی ۱۵؍شعبان، ۱۲؍ربیع الاول اور ۱۰؍محرم کو تہوار کا دن مقدس مان کر بہت سی رسمیں ایجاد کرلیں ہیں۔

شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت میں کچھ احادیث وارد ہوئی ہیں؛ مگر مسلمانوں نے اسے ''دیپاولی'' کی طرح سمجھ کر کھیل تماشا، آتش بازی، رات بھر ہنگامے، سیر و تفریح اور طرح طرح کے حلوے ملیدہ بنانے کھلانے کا دن بنادیا ہے، جو سراسر اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔

اِسی طرح احادیث میں عاشورہ کے روزہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے؛ مثلاً: اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو اِسی دن اپنے دشمن سے نجات دی؛ اس لیے بنی اسرائیل روزہ رکھا کرتے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: ''ہم لوگ موسیٰ (علیہ السلام) کی پیروی کے زیادہ حق دار ہیں۔''

مگر افسوس ہے کہ اب یومِ عاشورہ کی پوری تاریخ بدل دی گئی ہے، اِس دن کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یومِ شہادت کے طور پر منایا جاتا ہے۔ جلسہ جلوس، نعرہ لگانا، سینہ کوٹنا، تعزیہ نکالنا اور بھی سینکڑوں رسومات اِس دن انجام دی جاتی ہیں۔

یومِ عاشورہ کی حقیقی عظمت کو بدل کر شہادتِ یوم حسین کے حوالے سے جو کچھ کیا

جاتا ہے، اِس کا اسلامی اَقدار وروایات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱۲ ربیع الاول حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیدائش کے دن (Birthday) کو کرسمس ڈے (Christmas Day) کے طرز پر منانا، جلوس نکالنا، جھنڈا بلند کرنا، سڑکوں پر موم بتیاں جلانا، روشنی اور قسم قسم کے رنگ کی لائٹ بہت بڑھ گئی ہے، اس طرح کی چیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابرینِ اُمت کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سال میں صرف ایک دن عقیدت ومحبت کا اظہار کرنا اور اس کے لیے دولت وصلاحیت کا بے جا استعمال کرنا مطلوب نہیں ہے؛ بلکہ حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت وتعلق اور عقیدت کا اظہار، اتباعِ سنّت، اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل ہر دن، ہر وقت اور پوری زندگی ہونا چاہیے۔

اسلامی تہوار دوسرے مذاہب کے تہواروں سے مختلف ہے

اسلامی تعلیمات میں تہوار اور خوشی کے دن منانے کا طریقہ دوسرے مذاہب اور معاشرے سے مختلف ہے، دیگر مذاہب ومعاشروں میں تہوار کے موقع پر انسانی حدود کو پامال کرکے شراب، ناچ گانہ اور جوا بازی نیز زنا کاری وغیرہ مشغول ہوا جاتا ہے، اور اُس کے برعکس اسلامی تہوار کے موقع پر بھی انسانی حدود کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دی گئی؛ بلکہ دونوں عید کے موقع پر مزید ایک نماز عید کی واجب کی گئی؛ تاکہ انسان خوشی میں بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ:

’’اسلام کا نرالہ انداز ہے کہ پورے سال میں صرف دو تہوار اور دو عیدیں مقرر کی

گئی ہیں؛ جب کہ دنیا کے دوسرے مذاہب اور ملّتوں میں سال کے دوران بہت سے تہوار منائے جاتے ہیں:

عیسائیوں کے تہوار الگ ہیں۔

یہودیوں کے تہوار الگ ہیں۔

ہندوؤں کے تہوار الگ ہیں۔

لیکن اسلام نے صرف دو تہوار مقرر کیے ہیں: ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ، اور ان دونوں تہواروں کو منانے کے لیے جن دنوں کا انتخاب کیا گیا؛ وہ بھی دنیا سے نرالے ہیں۔

اگر آپ دوسرے مذاہب کے تہواروں پر غور کریں گے تو یہ نظر آئے گا کہ وہ لوگ ماضی میں پیش آنے والے کسی اہم واقعے کی یادگار میں تہوار مناتے ہیں؛ مثلاً:

عیسائی ۲۵ ؍دسمبر کو ''کرسمس'' کا تہوار مناتے ہیں اور بقول اُن کے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہے؛ حالاں کہ تاریخی اعتبار سے یہ بات درست نہیں؛ لیکن انھوں نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ ۲۵ ؍دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تھے؛ چناں چہ آپ علیہ السلام کی پیدائش کی یاد میں انھوں نے ''کرسمس'' کے دن تہوار کے لیے مقرر کر لیا۔

جس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی اور فرعون غرق ہو گیا اور موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چلے گئے، اس دن کی یاد میں یہودی اپنا تہوار مناتے ہیں۔

ہندوؤں کے یہاں بھی جو تہوار ہیں وہ بھی ماضی کے کسی نہ کسی واقعے کی یاد میں

منائے جاتے ہیں۔

اسلامی تہوار صرف ماضی کے واقعے سے وابستہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جو دو تہوار: عید الفطر اور عید الاضحیٰ مقرر کیے ہیں، ماضی کا کوئی واقعہ اس دن کے ساتھ وابستہ نہیں۔ پہلی شوال کو عید الفطر منائی جاتی ہے اور دس ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ ان دونوں تاریخوں میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

اسلام نے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے دن کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ قرار دیا، نہ ہی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کے واقعے کو عید کا دن قرار دیا۔

اسلام کی پوری تاریخ اور خاص طور پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ایسے واقعات سے مالا مال ہے؛ لیکن اسلام نے ان میں سے کسی واقعے کو عید کا دن قرار نہیں دیا؛ بلکہ جب مسلمان کسی عبادت کی تکمیل سے فارغ ہوتے ہیں اُس دن کو عید کا دن مقرر کیا گیا۔

رمضان میں اللہ تعالیٰ کے لیے کھانا، پینا اور اپنی نفسانی خواہش کو ترک کرتے ہیں اور بقر عید سے پہلے سینکڑوں حضرات حج کے فریضے کو ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ماضی کے کسی خاص واقعے پر عید کا دن مقرر نہیں کیا؛ بلکہ بندے کے ذاتی عمل کی ادائیگی پر عید کا دن رکھا، اُس میں یہ سبق (Lesson) دیا گیا کہ: محض پرانے واقعات پر خوشی مناتے رہنا صاحبِ ایمان کے لیے کافی نہیں؛ بلکہ خود تمھیں اپنے عمل کو دیکھنا ہے۔ اگر تمھارے اپنے عمل کے اندر اچھائی ہے تو خوشی منانی ہے اور اگر برائی ہے تو رنج کرنا اور ندامت کا اظہار کرنا ہے۔ (اصلاحی خطبات؛ ج:۱۲، ص:۸۸)

مذہبی ومعاشرتی رسوم کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر

بعض رسومات میں بہ ظاہر خیر کا پہلو نظر آتا ہے، ایسی رسومات کے سلسلے میں اسلام کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے، جو رسمیں انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لیے موزوں ومفید ہیں؛ اسلام نے انھیں اختیار کیا ہے اور ان پر عمل آوری کی ترغیب دی ہے اور جو رسمیں اسلامی مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہیں اور انسانی معاشرے کو نقصان دینے والی ہیں؛ اسلام نے ان کی حوصلہ شکنی کی ہے اور ان کے خاتمے کے لیے تدابیر کی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مکارمِ اخلاق کی تکمیل اور مزامیر کی تکسیر والی احادیث کے حوالے سے تہذیبِ اسلامی کی تشکیل کے اِس بنیادی اصول کو واضح کیا ہے۔

نیز علما نے قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ اصول ومعیار مقرر کردیے ہیں، جن کی روشنی میں آج رائج رسومات کا آسانی سے تجزیہ کیا جاسکتا ہے، جو رسمیں بہت پہلے سے چلی آرہی ہیں اور جن میں خیر کا پہلو نمایاں ہے، وہ باقی رکھی جائیں اور جو رسومات مذہبی عقائد کے خلاف ہوں، یا جن میں اِسراف، تفاخر، تکاثر، رِیا، ایسے اعمال جو انسانی طاقت سے باہر ہو، کفار سے مشابہت اور معصیت میں تعاون کا پہلو پایا جاتا ہو، اُن سے بہرحال چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

اسلامی تہوار میں حکمت اور مصلحت

اسلام میں ہر تہوار کے اندر لوگوں کو راحت ہے، فائدہ ہے، خاص کر غریبوں کا ان میں خوب خیال رکھا گیا ہے، دو عید ہیں، اور دونوں عیدوں میں خصوصاً اللہ کی بندگی زیادہ

سے زیادہ کرنا ہوتی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ غریبوں کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

چناں چہ دونوں عیدوں کی خوشی میں عبادت اور بندگی زیادہ کرنی ہوتی ہے، روزانہ پانچ نمازیں اور ایک وتر کی نماز کے علاوہ عید کے دن دو رکعت واجب بھی ادا کی جاتی ہے۔

اِسی طرح رمضان عید میں اِس پہلو کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ صرف مال دار خوشی نہ مناویں؛ بلکہ غریبوں کو بھی اپنی خوشی میں شامل ضرور کریں؛ اسی لیے عید کے دن ''صدقۃ الفطر'' کو واجب کیا گیا ہے، اور اس میں بھی بہتر طریقہ یہ بتلایا گیا کہ عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے اسے ادا کرے؛ تاکہ غریب لوگ بھی عید کی خوشیاں مناسکیں۔

اِسی طرح عید الاضحیٰ: قربانی کی عید دیکھ لیجیے کہ وٹامنز اور بہت سی طاقت والی چیزوں سے بھری ہوئی چیز: ''گوشت''، مہنگائی کے زمانے میں غریب لوگ اِسے کس طرح کھاسکتے ہیں؟ تو عید الاضحیٰ کے دن قربانی اس لیے رکھی گئی کہ غریبوں کو بھی قربانی کا گوشت کھانے کو ملے، جس سے اُن کی صحت اچھی ہو، تندرستی اچھی ہو، بدن کو قوت اور طاقت ملے۔

نیز ایک دوسرے کے یہاں اور غریبوں کے یہاں گوشت بھیجنے کو بہت بڑی نیکی اور ثواب بتلایا گیا ہے؛ تاکہ یہ آپس میں لین دین، جوڑ، محبّت اور تعلقات کے بڑھنے کا سبب بنے اور غریبوں کو راحت بھی پہنچے۔

غرض یہ کہ اسلام میں جتنے بھی مذہبی تہوار ہیں، ان میں فضول خرچی اور اِسراف نہیں ہے؛ بلکہ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی بندگی زیادہ ہے اور غریبوں کی بھلائی، خیر خواہی اور اُن کو راحت پہنچانے کا نظام بہت ہی عمدہ اور اعلیٰ ہے۔

(۶) مذہبی علامات

اسلام چوں کہ ایک آفاقی مذہب ہے، اِس لیے اسلام میں کوئی ایک علامت (Symbol) مقرر نہیں کی گئی، کچھ حضرات چاند تارے کو اسلام کی علامت سمجھتے ہیں؛ مگر وہ اسلام کی علامت نہیں؛ بلکہ عثمانی خلافت کی علامت ہے۔ البتہ بعض وہ چیزیں ہیں جنھیں اسلامی شعائر کہا جاتا ہے، یہ ایسے امور ہیں کہ ان کی عظمت وحرمت، اسلام کی عظمت وحرمت سمجھی جاتی ہیں اور اُس میں کسی قسم کی کوتاہی اسلام کے حق میں کوتاہی شمار کی جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مایۂ ناز کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کے ساتویں باب میں مرقوم ہے کہ: ''بڑے بڑے شعائرِ الٰہیہ (اسلام کی وہ بڑی چیزیں جن سے اسلام کی پہچان ہوتی ہیں) چار ہیں: (۱) قرآنِ کریم (۲) حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۳) کعبۃ اللہ (۴) نماز۔ (حجۃ اللہ البالغۃ، المبحث الخامس، باب: ۷، ص: ۲۴۴ - مطبوعۃ: دار ابن کثیر)

قرآنِ کریم

''قرآنِ کریم'' دینِ اسلام کی مقدس و مرکزی کتاب ہے، جس کے متعلق ہم اسلام کے متبعین کا اعتقاد ہے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے اور اِسی بنا پر یہ انتہائی محترم و قابل عظمت کتاب ہے۔ اُسے ہمارے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے ذریعے اُتارا گیا۔ یہ وحی، اللہ تعالیٰ کے مقرّب فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام لاتے تھے، جیسے جیسے قرآنِ مجید کی آیات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو سناتے اور اُن آیات کے مطالب ومعانی سمجھا دیتے۔

کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو اُن آیات کو وہیں یاد کر لیتے اور کچھ لکھ کر محفوظ کر لیتے ۔ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن ہر قسم کی تحریف سے پاک و محفوظ ہے۔

قرآن میں آج تک کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکی اور اسے دنیا کی واحد محفوظ و افضل کتاب ہونے کی حیثیت حاصل ہے،جس کا حقیقی مفہوم تبدیل نہیں ہوسکا اور تمام دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں چھپنے کے باوجود اس کا متن ایک جیسا ہے اور اس کی تلاوت عبادت ہے۔اور صحفِ ابراہیم، زبور اور تورات وانجیل کے بعد آسمانی کتابوں میں یہ سب سے آخری اور ان تمام میں سب سے افضل کتاب ہے، یہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے،اب اس کے بعد کوئی آسمانی کتاب نازل نہیں ہوگی۔قرآن کی فصاحت و بلاغت کے پیشِ نظر اسے تمام کتابوں میں اعلیٰ ترین مقام حاصل ہے۔

قرآن کو دنیا کی ایسی واحد کتاب کی بھی حیثیت حاصل ہے جو لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو زبانی یاد ہے اور یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، جسے مسلمان روز ہر نماز میں بھی پڑھتے ہیں اور انفرادی طور پر تلاوت بھی کرتے ہیں۔علاوہ ازیں مسلمان ہر سال رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز میں کم از کم ایک بار پورا قرآنِ مجید باجماعت سنتے ہیں۔قرآن نے مسلمانوں کی عام زندگی،عقائد ونظریات، فلسفۂ اسلامی،اسلامی سیاسیات،معاشیات،اخلاقیات اور علوم وفنون کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

قرآن میں کیا ہے؟

قرآن میں کل ۱۱۴ ر سورتیں ہیں جن میں سے ۸۷ ر سورتیں ’’مکی‘‘ ہیں اور ۲۷ ر ’’مدنی‘‘ ہیں، اور یاد رہے جو سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے

سے پہلے نازل ہوئیں تھیں، وہ سورتیں ''مکی'' کہلاتی ہیں اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ سورتیں ''مدنی'' کہلاتی ہیں۔

مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تقریباً ۲۳/ برس کے عرصے میں اُتارا۔ نزولِ قرآن کا یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا تھا جب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۴۰/ برس کے تھے اور اُن کی وفات تک جاری رہا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اِسے مکمل اہتمام وحفاظت کے ساتھ منتقل کیا اور اس کی آیتیں محکمات کا درجہ رکھتی ہیں، نیز قرآن تا قیامت قابلِ عمل اور ہر دور کے حالات کا حل پیش کرتا ہے۔

علمائے کرام نے قرآنِ کریم کے مضامین کی مختلف قسمیں ذکر فرمائی ہیں، تفصیلات سے قطعِ نظر اِن مضامین کی بنیادی تقسیم اس طرح ہے:

۱: عقائد ۲: احکام ۳: قصص۔

قرآنِ کریم میں عمومی طور پر صرف اُصول ذکر کیے گئے ہیں؛ لہٰذا عقائد واحکام کی تفصیل احادیثِ نبویہ میں ملتی ہے؛ یعنی قرآنِ کریم کے مضامین کو ہم احادیثِ نبویہ کے بغیر کامل طور پر نہیں سمجھ سکتے ہیں۔

قرآنِ کریم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ کریم میں تدبر وتفکُّر کرنے کا حکم دیا ہے؛ مگر یہ تدبُّر وتفکُّر مفسّرِ اوّل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اَقوال واَفعال کی روشنی میں ہی ہونا چاہیے۔

قرآن کریم کے مفسّرِ اول حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یہ ذمے داری عائد کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُمتِ مسلمہ کے سامنے قرآنِ

کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعے قرآنِ کریم کے احکام ومسائل بیان کرنے کی ذمّے داری بہ حسن وخوبی انجام دی۔

نماز

''نماز'' اللہ تعالیٰ کی بندگی کا ایک خاص طریقہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے مسلمان ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتے ہیں، قرآن شریف پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بزرگی بیان کرتے ہیں، رکوع کرتے ہیں؛ یعنی اُس کے سامنے جھکتے ہیں، اور سجدہ کرتے ہیں؛ یعنی زمین پر سر رکھتے ہیں۔

نماز کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کا طریقہ بتلایا ہے۔

دن میں پانچ نمازیں مسلمانوں پر فرض ہیں: (۱) فجر (۲) ظہر (۳) عصر (۴) مغرب (۵) عشا۔

ہر نماز کا وقت مقرر ہے، قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (۱۰۳) (النساء)

ترجمہ: بے شک نماز مقررہ وقت پر مسلمانوں پر فرض ہے۔

پہلی نماز: فجر؛ جو صبح کے وقت سورج نکلنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

دوسری نماز ظہر؛ جو دوپہر سورج ڈھلنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

تیسری نماز: عصر؛ جو شام کو سورج کے ڈوبنے سے ڈیڑھ یا دو گھنٹے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

چوتھی نماز: مغرب؛ جو سورج ڈوبنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔
پانچویں نماز: عشا؛ جو سورج ڈوبنے کے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد پڑھی جاتی ہے۔

نماز کے ظاہری و باطنی فائدے

دن کے الگ الگ اوقات میں نماز رکھی گئی؛ تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جاوے، اگر ایک ہی وقت میں نماز رکھی گئی ہوتی تو پھر انسان دوسرے وقت میں اپنے پیدا کرنے والے کو بھول جاتا، صبح اٹھنے سے لے کر رات سونے تک الگ الگ اوقات میں نماز کا نظام مقرر کیا گیا؛ تا کہ ہر وقت وہ اپنے پیدا کرنے والے کو یاد رکھے اور دنیا میں جھوٹ، فریب، دونمبری اور ہر طرح کے غلط کاموں سے بچنے کا ذریعہ- جو اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی ہے- وہ ہمیشہ حاصل رہے۔

نیز نماز کے ساتھ وضو کیا جاتا ہے، وضو کی برکت سے بدن صاف ستھرا ہوتا ہے، اور نماز میں دل لگانے سے دل و دماغ کو شانتی ملتی ہے،تو گویا پورے دن میں الگ الگ وقت میں نماز رکھ کر آدمی مختلف کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے جو گندگی اور خاص کر آج پولیوشن کے ماحول میں جو فضائی گندگی لگتی ہے، ان تمام سے صفائی بھی ہو جائے، اور اللہ کی طرف الگ الگ اوقات میں دھیان کر کے ذہنی اور قلبی سکون بھی حاصل ہو۔

اور نماز میں ایک طرح کی ورزش بھی ہے؛ گویا کہ نماز کو الگ الگ اوقات میں رکھ کر کے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دل دماغ کی شانتی اور ظاہری صفائی اور اللہ تعالیٰ کی محبّت اور پریم کو ہمیشہ باقی رکھنے اور جسم کو چاک وچوبند رکھنے کا اس کو بہترین نظام بنایا ہے۔

مسلمانوں کا قبلہ

مسلمان پچھّم ؛ یعنی جس طرف شام کو سورج ڈوبتا ہے اُس طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں ؛ کیوں کہ ہمارے ملک بھارت سے پچھّم کی طرف عرب کا ایک مقدس شہر مکہ ہے، مکہ معظّمہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ہے جسے کعبہ کہتے ہیں، قرآنِ کریم میں اللہ پاک نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے ؛ اس لیے مسلمان اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ اللہ کا گھر، یعنی کعبہ جس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، اسے ''قبلہ'' کہتے ہیں۔

مسلمان کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز اِس وجہ سے پڑھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ؛ لہٰذا یہ کہنا کہ مسلمان بھی ایک پتھر کے سامنے جھکتے ہیں درست نہیں ؛ کیوں کہ ہم پتھر کے بنانے والے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

قبلہ کی حکمت و مصلحت

ایکیشورواد ؛ یعنی توحید جو اسلام کا اہم ترین عقیدہ ہے، اسی ذیل میں ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ پوری دنیا کے عبادت کرنے والے مسلمان ایک ہی مرکزی نکتہ، (Central Point) سینٹرل پوئنٹ پر متفق رہیں ؛ اسی لیے کعبہ رکھا گیا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ اگر دنیا میں الگ الگ جگہ رہنے والوں کا الگ الگ قبلہ ہو تو کیسا بُرا معلوم ہو؟ اسی لیے پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک سینٹر اور مرکز کے ساتھ جوڑا گیا ؛ تاکہ ایکتا اور اتحاد کا یہ اہم پیغام بھی ذہنوں میں محفوظ رہے۔

قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا پتھر کے بنے گھر کی پوجا نہیں ہے

کعبے کے سلسلے میں عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسلمان بھی پتھر کے گھر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں؛ لہٰذا مسلمان بھی پتھر کے بنے گھر کی پوجا کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے حکم کی وجہ سے صرف اس گھر کی طرف نماز میں اپنا رُخ کرتے ہیں، یہ ایک حکمت و مصلحت ہوئی۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی کہ ''جس جس وقت پر کعبہ کی دیوار نہیں رہی تب بھی اسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی گئی''اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ مسلمانوں کا مقصد پتھر کے بنے ہوئے مکان ''کعبۃ اللہ'' کی عبادت کرنا نہیں، جیسا کہ کعبے کی تعمیر کے وقت، اسی طرح طوفانِ نوح کے بعد جب کعبہ اُٹھایا گیا تھا، اور قیامت سے پہلے جب کعبہ نہیں رہے گا، تب بھی اسی کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی جائے گی۔

شعائرِ اسلام: یعنی اسلام کی علامتیں

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تفسیر ''فتح العزیز'' میں درجِ ذیل چیزوں کو شعائرِ اسلام میں شمار کیا گیا ہے:

① مکاناتِ عبادت: جیسے: بیت اللہ (کعبہ شریف)، عرفہ ومزدلفہ، جمارِ ثلاثہ (حج کے موقع پر کنکری مارنے کی تینوں جگہیں)، صفا ومروہ، منیٰ، نیز تمام مساجد۔

② عبادت کے زمانے جیسے: ماہِ رمضان، حرمت والے چار مہینے، رمضان عید، بقرعید، ایامِ تشریق، جمعہ۔

③ عبادت کی علامات جیسے: اذان، اقامت، نماز، جماعتِ نماز، عیدین۔

(۷) مذہبِ اسلام کے ماننے کے نتائج وثمرات

یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے کہ: اسلام مذہب قبول کرنے پر ایک انسان دوسرے مذاہب و دھرم کے ظلم وستم سے نجات پا جاتا ہے، وہ اپنے اندر ایک آزادی محسوس کرتا ہے جسے الفاظ کی بندشوں میں نہیں باندھا جاسکتا۔

اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے حلقۂ اطاعت میں آنے سے دنیا کو کیا کیا فائدے اور ثمرات حاصل ہوئے، اسے بیان کرنے کے لیے ہم ذیل میں چند غیر مسلم دانشوروں کے اقتباسات بطورِ نمونہ نقل کرتے ہیں[۱]، یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اپنی کتابوں میں اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا:

① ''منشی پریم چند'' (۱۹۳۶-۱۸۸۵ء) ایک مشہور غیر مسلم ادیب گزرے ہیں، اُنھوں نے اپنے ایک مضمون -مطبوعہ: ہفت روزہ پرتاب؛ دسمبر ۱۹۲۵ء- میں اسلام کے عدل وانصاف، مساوات اور اخوت سے بحث کی ہے؛ موصوف کے مضمون کا ایک اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''عرفات کے پہاڑ پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے جس حیات بخش پیغام کی

---

① مندرجۂ بالا اقتباسات اِن دو مضامین سے لیے گئے ہیں: (۱) پیغمبرِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور غیر مسلم دانشوروں کا اعترافِ حق، از: عبدالرشید طلحہ نعمانی، ماہنامہ دارالعلوم؛ص: ۳۰، جلد: ۱۰۴، شمارہ: ۲-۳، فروری- مارچ ۲۰۲۰ء۔ (۲) اسلامی تہذیب وتمدّن اور غیر مسلم دانشوارن؛ از: ڈاکٹر محمد سلمان خان ندوی، پندرہ روزہ تعمیرِ حیات؛ لکھنؤ، جلد: ۶۰، شمارہ: ۱۰، ۲۵/ مارچ ۲۰۲۳ء مطابق ۲/ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ-ص: ۲۴-- اس کے علاوہ اِس موضوع پر محمد یحییٰ خان کی مرتب کردہ کتاب: ''پیغمبرِ اسلام غیر مسلموں کی نظر میں'' قابلِ مطالعہ ہے۔

بارش ہوئی تھی؛ وہ ہمیشہ اسلامی زندگی کے لیے آبِ حیات کا کام کرتی رہے گی۔ اُس پیغام کا جوہر کیا تھا؟ عدل و انصاف، اُس کے ایک ایک لفظ سے صدائے عدل و انصاف گونج رہی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

’’اے مومنو! ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں، تمھاری ایک ہی برادری ہے، ایک بھائی کی چیز دوسرے بھائی پر کبھی حلال نہیں ہوسکتی؛ جب تک کہ وہ خوشی کے ساتھ نہ دے۔ ناانصافی مت کرو، اِس سے ہمیشہ بچتے رہو۔‘‘

اِس پیغامِ جاوداں میں اسلام کی روح پوشیدہ ہے۔اسلام کی بنیاد عدل پر مبنی ہے۔ وہاں بادشاہ اور فقیر، امیر اور غریب کے لیے فقط ایک انصاف ہے۔کسی کے ساتھ رعایت نہیں، کسی کی طرف داری نہیں۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

’’کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا؛ جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔‘‘

اُن کا یہ قول سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ:

’’خدا کی تمام مخلوق اُس کا کنبہ ہے اور وہی شخص خدا کا برگزیدہ ہے؛ جو بندگانِ خدا کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔‘‘

ہم تو یہاں تک کہنے کو تیار ہیں کہ اسلام میں عوام الناس کے لیے جتنی قوتِ کشش ہے؛ وہ کسی اور میں نہیں ہے۔ جب نماز پڑھتے وقت ایک مِہتر (بھنگی) خود کو شہر کے بڑے سے بڑے رئیس کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا پاتا ہے، تو کیا اُس کے دل میں احساسِ فخر کی ترنگیں نہ اٹھنے لگتی ہوں گی؟

اِس کے برعکس ہندو سماج نے جن لوگوں کو پست بنا دیا ہے؛ اُن کو کنویں کی

مُنڈیر پر بھی نہیں چڑھنے دیتے۔ اُنھیں مندروں میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ یہ اپنے سے ملانے کی نہیں، اپنے سے الگ کرنے کی علامتیں ہیں۔'' (تعمیرِ حیات)

(٢) راجندر نارائن لال [1] اپنی کتاب: ''اسلام؛ ایک خدائی نظام حیات'' میں فتح مکہ کے موقع پر آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے عفوِ عام کے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلام لانے کے بعد جو کایا پلٹ ہوئی، وہ گویا اُس کی تاریخی حیاتِ نو ہے۔ سب سے بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قیادت میں فتحِ مکہ کے وقت ایک شخص کی بھی جان نہیں گئی (سوائے دو تین نہایت سرکش لوگوں کے)، اور پیغمبر اور اُن کے پیروؤں نے اپنے اپنے دشمنوں کے مظالم کا بدلہ وانتقام لیے بغیر انھیں چھوڑ دیا۔ تاریخ میں جنگ کے بعد فاتحین کے ذریعے مفتوحین کو اِس طرح اجتماعی طور پر معافی دینے کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اِس کے برعکس دیگر دھارمک پُرانوں کے قصوں میں اَوتاروں اور دیوتاؤں کے ذریعے سے مخالفین کے خوف ناک قتلِ عام کا تذکرہ مذکور ہے۔''

(ہفت روزہ پرتاب؛ دسمبر ۱۹۲۵ء بہ حوالہ: اسلام ایک سویم سدھ ایشور یہ جیون ویوستھا، از: راجندر نرائن لال: ۳۱، ۳۲)

---

(١) راجندر نارائن لال (ولادت ۱۹۶۱ء) نے کیونس کالج سے انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد کاشی ہندو یونیورسٹی بنارس سے ۱۹۴۰ء میں قدیم ہندوستانی تاریخ اور سنسکرت میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ راجیندر نارائن لال صاحب نے امن وشانتی کی تلاش میں ہندو مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب کا بھی مطالعہ کیا۔ انھوں نے ہندی میں ''اسلام-ایک سویم سدھ ایشور یہ جیون ویوستھا'' (اسلام؛ایک خدائی نظام حیات) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔)

③ ہندوؤں کے ایک عظیم مذہبی رہنما ''سوامی لکشمی شنکراچاریہ'' (ولادت: ۱۹۵۳ء) نے اسلام کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے سے متأثر ہوکر ''اسلامک آتنک واد کا اِتہاس'' نامی کتاب لکھی؛ مگر جب بہ راہِ راست قرآن وحدیث کا مطالعہ کر کے اُنھوں نے اسلامی تعلیمات کو جانا تو ایک اور کتاب لکھی: ''اسلام آتنک واد یا آدرش'' جو اردو میں ''اسلام- دہشت گردی یا مثالی دین'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اِس کتاب سے ایک اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے؛ جس سے اسلام کی فراخ دلی، فیّاضی اور رحم دلی کا پہلو روشن ہوتا ہے:

''حق کو قائم کرنے کے لیے اور باطل، ظلم وتشدد کے خاتمہ کے لیے جہاد (یعنی حفاظتِ دین اور اپنی مدافعت کے لیے جنگ) میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح یاب ہوتے رہے۔ مکہ اور گرد ونواح کے کافر ومشرک منہ کی کھاتے رہے۔ اس کے بعد پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مکہ میں باطل ودہشت گردی کی جڑ کو نیست ونابود کرنے کے لیے چلے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامرانیوں اور مسلمانوں کی عظیم قوت کو دیکھ کر مکہ کے کافروں نے ہتھیار ڈال دیے، بغیر کسی خون خرابے کے مکہ فتح کرلیا گیا۔ اِس طرح حق اور اَمن کی فتح اور اُن کے مقابلے میں باطل ودہشت گردی کی شکست ہوئی۔ مکہ میں، اُسی مکہ میں جہاں کل ظلم کا بول بالا اور ذلت وخواری تھی، آج پیغمبر اور مسلمانوں کا استقبال ہورہا تھا۔ فراخ دلی، فیاضی اور رحم دلی کی مجسم تصویر بنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سبھی لوگوں کو معاف کردیا جنھوں نے آپ پر اور مسلمانوں پر بے دردی سے ظلم ڈھائے اور انھیں اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ آج وہی مکہ والے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خوشی سے کہہ رہے تھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه.

خاص طور پر یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ قریش، جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں پر خوف ناک مظالم ڈھائے تھے، فتح مکہ کے دن تھر تھر کانپ رہے تھے کہ آج کیا ہوگا؟ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں معاف کر کے گلے لگالیا۔'' (تعمیرِ حیات بہ حوالہ: اسلامک آتنک وادیا آدرش؛ سوامی لکشمی شنکر آچاریہ: ۲۴،۲۵)

④ نامور فاتح یورپ ''نپولین بونا پارٹ'' کہتا ہے:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَمن اور سلامتی کے ایک عظیم شہزادہ تھے، آپ نے اپنی عظیم شخصیت سے اپنے فدائیوں کو اپنے گرد جمع کیا، صرف چند سالوں میں مسلمانوں نے آدھی دنیا فتح کرلی، جھوٹے خداؤں کے پجاریوں کو مسلمانوں نے اسلام کا حلقہ بگوش بنالیا، بت پرستی کا خاتمہ کردیا، کفار اور مشرکین کے بت کدوں کو پندرہ سال کے عرصے میں ختم کر کے رکھ دیا، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کو بھی اتنی سعادت حاصل نہ ہوسکی، یہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت بڑے اور عظیم انسان تھے، اس قدر عظیم انقلاب کے بعد اگر کوئی دوسرا ہوتا تو خدائی کا دعویٰ کر دیتا۔'' (ماہنامہ دارالعلوم بہ حوالہ: بونا پارٹ اور اسلام)

⑤ مہاتما گاندھی (1869-1948ء) نے اسلامی تہذیب اور ثقافت کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اسلامی تاریخ کا زرّیں دورِ عہد نبوت اور خلافت راشدہ کا نہ صرف مطالعہ کیا؛ بلکہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اُسے بیان کیا بھی کیا اور لکھا بھی، ایک جگہ کہتے ہیں:

''اسلام اپنے انتہائی عروج کے زمانے میں (بھی) تعصب اور ہٹ دھرمی سے پاک تھا، (اِسی بنا پر اُس نے) دنیا سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ جب مغرب پر تاریکی

اور جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اس وقت مشرق سے ایک ستارہ نمودار ہوا۔ ایک روشن ستارہ جس کی روشنی سے ظلمت کدے منور ہو گئے اسلام دینِ باطل نہیں ہے۔ ہندوؤں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے؛ تاکہ وہ بھی میری طرح اس کی تعظیم کرنا سیکھ جائیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا؛ بلکہ اس کی اشاعت کا ذمہ دار رسولِ عربی کا ایمان، ایقان، ایثار اور اوصافِ حمیدہ تھے۔

اِن صفات نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرلیا تھا، یورپی اقوام جنوبی افریقہ میں اسلام کو سرعت کے ساتھ پھیلتا دیکھ کر خوف زدہ ہیں، اسلام جس نے اُندلس کو مہذب بنایا، اسلام جو مشعلِ ہدایت کو مراکش تک لے گیا، اسلام جس نے اخوت کا درس دیا، جنوبی افریقہ میں یورپی اَقوام محض اِس لیے ہراساں ہیں کہ وہ جانتی ہیں کہ اگر اصلی باشندوں نے اسلام قبول کرلیا؛ تب وہ ہمسرانہ حقوق کا مطالبہ کریں گے اور لڑیں گے۔ (تعمیرِ حیات)

مذہبِ اسلام کے سلسلے میں مغربی مفکّرین، مستشرقین اور معتدل ہندو دانشوروں کے اَقوال کو معلوم کرنے کے لیے ''پروفیسر کے، ایس، راما کرشنا راؤ'' کا کتابچہ بنام ''Mohammad:The Prophet of Islam'' بہت خوب ہے، جس کے ترجمے بھی مختلف زبانوں میں موجود ہیں۔ مصنف نے جہاں ایک طرف ایڈورڈ گبن، پروفیسر ہر گرونج، جرمن شاعر گوئٹے، جارج برناڈ شا، سر چارلس اڈورڈ، آرکیبا لڈ ہملٹن، پروفیسر مسیگن، چارلس بوسورتھ، رابرٹ بریفالٹ، اور تھامس کارلائل وغیرہ جیسے غیر متعصب مغربی مصنفین اور مستشرقین کے حوالے دیے ہیں؛ وہیں دوسری طرف سروجنی نائڈو، مہاتما گاندھی، بسنت کمار بوس اور دیوان چند شرما وغیرہ جیسے معتدل ہندو دانش وروں سے بھی استشہاد کیا ہے۔

خلاصہ

جب اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان تقابل کیا جاتا ہے تو ہمیں ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی ہے کہ ہم اپنی اسلامی تاریخ پورے یقین اور ثبوت کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں، الحمدللہ! اور اتنی یقینی تاریخ دنیا میں کسی اور مذہب والوں کے پاس ہو ہی نہیں سکتی، عقائد جس قدر عمدہ اور بہترین اسلام کے پاس ہیں دنیا میں کوئی اور مذہب اتنے اچھے، ٹھوس، مستحکم اور مضبوط عقائد پیش نہیں کر سکتا۔

اسلام مذہب میں جو نامور شخصیتیں ہیں، خاص کر آخری دور کے لیے: جیسے خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم، اور اس دور سے لے کر آج تک، ایسی ایسی شخصیات پیدا ہوئی ہیں جنھوں نے تعلیم و تربیت، سماج سیوا، ملک کا نظام، کاروبار، غرض زندگی کے ہر شعبے میں اُنھوں نے بے مثال کارنامے کر کے دکھائی ایسی اور اتنی شخصیات کسی اور مذہب کے پاس نہیں ہو سکتی۔

مذہبی کتابوں کے اعتبار سے دیکھیں تو قرآنِ مجید جیسی سچی کتاب کہ جس میں چودہ سو سال ہونے کے باوجود ایک حرف برابر تبدیلی نہیں ہوئی، دنیا کا کوئی مذہب اس طرح کی کتاب اپنے پاس نہیں بتلا سکتا، یہ صرف اور صرف اسلام کی خوبی ہے۔

مذہبِ اسلام کے تہوار، رسم و رواج اور علامت: اس کے اندر ایک انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانا، غریبوں کی خدمت، غریبوں کی راحت، انسانیت کے ساتھ امن، سکون، شانتی، یہ سب چیزیں جو اسلام میں ہے، وہ اور کہیں نظر نہیں آتی، اور مذہب کو ماننے کے نتیجے میں دنیا میں اور موت کے بعد کی زندگی میں کیا ملے گا؟ تو اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مذہبِ اسلام نے چھوٹی سی دنیا کی زندگی کے بعد جو ہمیشہ کی زندگی ہے،

اس کے بارے میں جو تفصیلات بتلائی ہے، وہ دنیا کا کوئی مذہب نہیں بتلا سکتا۔

مذہبِ اسلام نے ''مانو جیون'' (मानव जीवन) یعنی اس دنیا کے اندر زندگی گزارنے کے لیے جتنی بھی ضروریات ہوسکتی ہیں، اس سلسلے میں ہر شعبے کے لیے ایسے مذہبی نقطۂ نظر بتلائے ہیں، جنھیں پیش کرنے سے دنیا کا ہر مذہب قاصر ہے، مثال کے طور پر کسی انسان کی پیدائش کے موقع پر اس کے ساتھ کیا کیا جاوے؟ بچپن میں اس کی تعلیم وتربیت کیسی ہو؟ جوان ہونے پر کیسی تعلیم وتربیت ہو اور کیا کرنا ہے؟ موت کے وقت کیا طریقہ اختیار کرنا ہے؟ دفن کے لیے کیا کرنا ہے؟ معاملات کے اندر کیا اصول ہونے چاہیے کہ دھوکہ نہ ہو، بناوٹ نہ ہو، سچائی ہو، غصب نہ ہو، معاشرتی زندگی میں اڑوس پڑوس، محلے والے، بستی والے کس طرح آپس میں رہیں؟ ایک فیملی، ایک خاندان (ہاؤس ہولڈ) میں لوگ کس طرح ایک دوسرے کے حق ادا کرتے ہوئے رہیں؟ سفر میں کیا ہو، حضر میں کیا ہو؟ غرض مانو جیون (मानव जीवन) یعنی انسانی زندگی کے تمام ہی شعبوں کے لیے، پیدائش سے لے کر موت اور موت کے بعد تک کے لیے اسلام نے جو رہنمائی کی ہے، کوئی اور مذہب اس طرح کی رہنمائی پیش نہیں کرسکا، یہ اسلام کی خوبیوں میں ہے:

زندگی کا کوئی شعبہ ہو کہ حضر	گوشۂ زندگی ہو یا معرکۂ فکر ونظر
راحت وامن کا عالم ہو کہ ہنگامۂ خطر	عرصۂ جنگ ہو کہ بارگہِ علم وہنر
رہنمائی کی جہاں، جب بھی ضرورت ہوگی	رہنما صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہوگی

غرض یہ کہ دوسرے مذاہب کے ساتھ تقابل میں اگر ہم انصاف کے ساتھ خالی الذہن ہو کر کے بنیادی چیزوں میں تقابل کریں گے تو اِن شاء اللہ دینِ اسلام کی

فوقیت، دینِ اسلام کی حقّانیت، دینِ اسلام کی صداقت اور دینِ اسلام کا عین فطرت کے مطابق ہونا یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گا۔ وَما توفيقي إلَّا بالله

ایک اہم درخواست

اگر کبھی مسلم وغیر مسلم مخلوط طبقے میں کچھ کہنے کا موقعہ ملے تو یہ ایک کام ضرور کیجیے کہ تمام حاضرین سے روزانہ صبح کے وقت، یا کسی اور مناسب وقت میں اِس مضمون کی ایک پرارتھنا، دعا کرنے کا وعدہ لے لیں کہ:

’’اے جگت کے بنانے والے! مجھے آپ کی ذات تک پہنچنے کا صحیح راستہ سمجھا دیجیے۔‘‘

ساتھ ہی ہم سبھی کو اِس ایک دعا کا اہتمام کرنا چاہیے، وہ قیمتی اور اہم ترین دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقّاً وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے حق کی پہچان عطا فرمایئے اور اُس کے اتباع کی توفیق دیجیے اور باطل کی پہچان عطا فرما اور اُس سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

نوٹ: مخلوط مجمع میں خطاب کے لیے حضرت مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم کے ایسے مجمع میں کیے گئے گجراتی بیانات انٹرنیٹ پر موجود ہیں، قارئین اُس سے بھی استفادہ فرماسکتے ہیں۔